نمازی کے پاس

باآواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث شریف کی وضاحت

ائمہ اربعہ و غیرہم فقہاء و شیخ محقق دہلوی و اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

نماز کے بعد ذکر بالجہر کو تکبیرات تشریق پر قیاس کرنا درست ہے یا نہیں؟

مؤلف

محمد عبد الغفور شرقپوری

باہتمام

محمد عبد الرؤف نورانی

مکتبہ فاروقیہ رضویہ

دار العلوم جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجر پورہ گھوڑے شاہ روڈ لاہور

فون نمبر 042 - 6826970

نمازی کے پاس
باآواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟

فقہاء کرام و اعلیحضرت علیہم رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف

مؤلف
محمد عبد الغفور شرقپوری

باھتمام
محمد عبد الرؤف نورانی

ناشر
مکتبہ فاروقیہ رضویہ دار العلوم جامعہ فاروقیہ رضویہ گھوڑے شاہ روڈ گوجرپورہ لاہور
فون:- ۶۸۲۶۹۷۰

نام کتاب : نمازی کے پاس بآواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟

نام مؤلف : محمد عبدالغفور شرقپوری

تائید : علماء اہل سنت پاکستان

اشاعت : باراوّل مارچ 2001ء بار دوم مئی 2001ء بار سوم اکتوبر 2004ء

تعداد : ۲,۰۰۰ (دو ہزار) ۱۱۰۰ ۲۰۰۰

پروف ریڈنگ : صاحبزادہ عبدالرؤف نورانی صاحب

ناشر : مکتبہ فاروقیہ رضویہ جامعہ فاروقیہ رضویہ

گھوڑیشاہ روڈ گوجر پورہ لاہور نمبر 9

طابع : صاحبزادہ محمد رؤف نورانی، صاحبزادہ محمد فاروق نورانی

کمپوزنگ : ماڈرن ایڈورٹائزرز، لاہور (اعجاز احمد خان)

اسٹاکسٹ :

(1) طاہر پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور۔ فون نمبر ، 7231425

(2) ادارہ علم وادب مکان E31/10R1

میجر طارق شہید سٹریٹ، النور ٹاؤن، ورکشاپ سٹاپ

والٹن لاہور کینٹ فون: 5813070

(3) سنی کتب خانہ، گنج بخش روڈ، لاہور

(4) ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

(5) مکتبہ جمال کرم، دربار روڈ، لاہور

فہرست

مضامین | صفحہ نمبر

میرے مسلمان بھائی توجہ فرمائیں

بعض لوگ حتیٰ کہ بعض علماء کرام ہمارے سیدھے سادھے مسلمان بھائیوں کو خواہ مخواہ غلط فہمی میں ڈالنے کیلئے کہتے ہیں کہ چونکہ مولوی عبدالغفور شرقپوری ، نقشبندی ہے اس لیے اس نے یہ کتاب ذکر بالجھر کی ممانعت ومخالفت میں لکھی ہے۔

حالانکہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں بلکہ بندہ مولف ناچیز نے تو رسالہ کی ابتداء ہی ان الفاظ سے کی ہے کہ نمازی کے پاس باآواز بلند ذکر کے بارے بندہ مولف کا موقف وہی ہے جو فقہائے کرام اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور اعلٰحضرت بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے کہ ذکر بالجہر بلاشک وشبہ جائز ہے نماز کے بعد یا اس کے علاوہ جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا ۔اور یہ ایک شرعی مسئلہ ہے نقشبندی، چشتی وغیرھما سب متفق ہیں۔ طریقت کا مسئلہ نہیں جس میں نقشبندیوں چشتیوں کے طریق کا اختلاف ہو کیونکہ مشائخ نقشبندیہ کا طریقہ ذکر خفی ہے اور یہ طریق انکے نزدیک افضل اور مشائخ چشتیہ کا طریقہ ذکر جھر ہے۔اور یہ طریق ان کے نزدیک افضل باقی ذکر خفی اور ذکر جھر شرعاً تمام کے نزدیک جائز ہے۔جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا ۔

تقاریظ

اللہ تبارک وتعالیٰ ان اکابر علماء اہل سنت کو بہترین جزا عطا فرمائے جنہوں نے بندہ مؤلف ناچیز کے تالیف کردہ رسالہ ونمازی کے پاس باآواز ذکر جائز ہے یا نہیں پر تقاریظ لکھ کر اپنا فرض ادا فرمایا اور رسالہ ھذا کو اپنے مسلمان بھائیوں کیلئے مفید تر بنادیا اور ان کی زیادہ خیر خواہی کا موجب بنے۔ بندہ مؤلف ان کا ممنون ومشکور ہے۔

اکابر علماء اہل سنت کی مزید تقاریظ موصول ہو رہی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ایڈیشن میں شامل کردی جائیں گی اللہ تبارک وتعالیٰ حق کو سمجھنے اور حق بیان کرنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بندہ مولف

محمد عبدالغفور شرقپوری

تقریظ

استاذ العلماء حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری مدظلہ

بانی وناظم، جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ حضرت علامہ مولانا عبدالغفور صاحب زادت کا تحقیقی مقالہ جس کا تعلق ''ذکر بعد نماز بہ آواز بلند'' کے مسئلہ سے ہے بلاشبہ ''ذکر بالجہر بعد الصلوۃ'' کہ مخل ہو درست نہیں ہے ذکر تو اللہ کی نعمت ہے، اللہ کی رحمت ہے مگر سوال یہ ہے کہ نماز سے امام کے فارغ ہونے کے بعد جو لوگ کھڑے ہو کر بقیہ نماز مکمل کرتے ہیں ذکر کی اونچی آواز سے وہ بھول جاتے ہیں یہ کیسے درست ہوگا؟ لہٰذا اس پر غور کرنا چاہیئے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ اس قدر اونچی آواز سے کہ دوسروں کی نمازوں میں خلل پڑے، ذکر درست نہیں ہے۔ حضرت علامہ عبدالغفور صاحب کی تحقیق سے انشاءاللہ قارئین کو اطمینان ہوگا۔

میں حضرت کو اس اہم مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرنے پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں عمر دراز بخشے۔ (امین)

دعا گو

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند وحضرت ضیاء الدین مدنی وحضرت شیخ غلام رسول، ریاض آباد، خلیفہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی۔ رحمہم اللہ تعالٰی۔

مہتمم: جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) ماڈل ٹاؤن، لاہور

تقریظ

جامع معقول ومنقول استاذ العلماء شیخ الحدیث

حضرت علامہ محمد عبد الغفور الوری صاحب مدظلہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان شریف

بانی وناظم: جامعہ فیاض العلوم، رائے ونڈ ضلع، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لك الحمد یااللہ والصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ اما بعد !

کتاب مسمی نماز کے بعد ذکر بالجہر جائز ہے یا ناجائز مؤلفہ فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ محمد عبدالغفور صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ رضویہ گھوڑیشاہ لاہور بندہ ناچیز کو بدیں غرض دی گئی کہ وہ اس پر اظہار خیال کرے علامہ موصوف جہاں ایک وحید العصر علمی شخصیت ہیں وہاں صوفی باصفا ہیں الحمدللہ ثم الحمدللہ جس موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا ہے اس کی اس دور میں اشد ضرورت تھی جس کو کافی حد تک حضرت نے پورا فرمانے کی سعی بلیغ فرمائی ہے میں حضرت کی علمی شخصیت کا قلبی طور پر جہاں معترف ہوں وہاں انکا احترام بھی ہمیشہ پیش نظر رکھتا رہا اور رکھتا ہوں علامہ موصوف میرے ہم سبق واستاد بھائی ہی نہیں بلکہ پیر بھائی بھی ہیں ہم دونوں قطب الاقطاب غوث الاغیاث زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین سند الواصلین امام ربانی شیرِ یزدانی حضرت

میاں شیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شرقپوری کے برادرِ حقیقی پیر طریقت رہبر شریعت تاج العرفاء فخر الکملا ثانی لاثانی حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری سرکار کے مرید ہیں میرا خیال تھا کہ اس کتاب کو از اوّل تا آ خر بغور پڑھ کر اپنا اس پر اظہار خیال کر کے تعمیل ارشاد کروں مگر ابھی برطانیہ کے ایک ماہ کے تبلیغی دورہ سے واپسی پر ایک جانب تو مرکزی دار العلوم فیاض العلوم منڈی رائیونڈ لاہور کی انتظامی ذمہ داریاں دوسری جانب تدریسی فرائض کی ادائیگی کے بعد اُن فتووں کے جوابات جو میرے برطانیہ کے دورہ کی و جہ سے کثیر تعداد میں جمع ہو چکے تھے تیسری و جہ یہ ہوئی کہ میری بیوی شدید علالت کی و جہ سے اتفاق ہسپتال میں داخل ہے اسے فالج کا اٹیک ہو گیا ہے اور شوگر اور بلڈ پریشر اسلیئے میں حضرت علامہ کی کتاب کا بتمام وکمال مطالعہ نہ کر سکا تاہم مختلف مقامات سے میں نے کتاب مذکور کو پڑھا جسمیں پہلے مولنٰا نے اپنے مؤقف کی وضاحت فرمائی پھر اپنے اس مؤقف کو براہین قاطعہ وحجج ساطعہ سے خوب روز روشن کی طرح واضح فرمایا جس سے اپنا مدعا و مؤقف بے غبار اور مخالفین کی بے ثبات و من گھڑت آراء طشت از بام ہو گئیں۔ نیز مولٰنا موصوف نے اپنے فہم وادراک علمی کے ذریعہ اپنے آپ کو حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم الساکت عن الحق شیطان ا خرس کے مطابق یعنی حق نہ کہنے والا گونگا شیطان ہے اس زمرہ سے بچالیا اور دوسروں کی

رہنمائی کا ذریعہ بن کر الدال علی الخیر کفاعلہ (بخاری شریف) اور فلہ اجرھا واجر من عمل بھا مسلم شریف جلد نمبر ص ۳۲۷ کے مستحق ہوئے نیز حضرت ممدوح نے اس موضوع کو نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے واضح فرمایا جو کہ زود فہم ہونے کے علاوہ عبارت سلیس طرز بیان نہایت ہی صوفیانہ مرغوب ومحبوب زبان شستہ جس سے قلوب قاسیہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے کسی شخصیت کے نام یا سنی سنائی بے تکی باتوں کا سہارا لیے بغیر فقط دلائل پر نظر رکھی ہے اس موضوع پر مفصّل لکھنا نہایت ضروری تھا تاکہ عوام اہلسنت بالعموم اور خواص اہلسنت بالخصوص قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں اپنے عقائد صحیحہ کے مطابق عمل کریں اور کروائیں الحمدللہ مولٰنا موصوف نے اس ضرورت کو پورا کردیا اللہ تعالیٰ مولٰنا المحترم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اس تالیف کو عامۃ المسلمین کیلئے موجب منفعت بنائے آمین۔

خادم العلماء محمد عبد الغفور الوری غفرلہ

بانی ومہتمم جامعہ فیاض العلوم

غلہ منڈی رائیونڈ، ضلع لاہور

24 شوال المکرم ۱۴۲۱ھ

تقریظ

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبداللطیف مجددی مدظلہ

شیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ نعیمیہ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا مصلیاً و مسلماً

مولاء قدوس حضرۃ استاذ العلماء مولانا عبدالغفور مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے امر شرعی کو بالدلائل واضح فرمایا جس پر سلفاً خلفاً علماء و اساطین متفق تھے اور اس مسئلے پر بعض اشتباہ جو تھے ان کا شافی جواب ذکر فرمایا اور جو احادیث مبارکہ ذکر بالجہر بعد از صلوٰۃ مفروضہ پر دلالت کرتی ہیں ان کی صحیح توجیہہ فرمائی جس کو محدثین نے بیان فرمایا ان کا اظہار فرمایا۔ حضرت موصوف نے اپنے بیان کو فتاویٰ اعلیحضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مزین فرما کر ان حضرات پر تنبیہ فرمائی جو رضوی ہونے کے باوجود اعلیحضرت کے خلاف فتویٰ صادر فرماتے رہتے ہیں۔

تذنیب: ۔ ایک مرتبہ شیخ المحدثین حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھکھی

شریف والے فقیر کے پاس جامعہ نعیمیہ میں تشریف لائے مجلس علمی منعقد ہو گئی۔علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اور مفتی محمد حسین نعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو مسئلے چھیڑے ایک کا تعلق ذکر بالجہر کے ساتھ تھا۔بحث میں حضرت شاہ صاحب نے سعیدی صاحب سے فرمایا۔آپ نے ذکر بالجہر پر جتنے دلائل بیان کیے ہیں وہ صرف بعدیت پر دلالت کرتے ہیں لیکن ایسی حدیث یا دلیل بیان کرو جو بعد متصل پر دلالت کرے۔اس پر سعیدی صاحب خاموش ہو گئے اور دوسرا مسئلہ جو متعلق بالزکوٰۃ تھا شاہ صاحب کا موقف اور دلائل سن کر دونوں حضرات لاجواب ہو گئے۔موقف ان کا یہ تھا کہ زکوٰۃ کا نصاب صرف سونا ہونا چاہیے۔اللہ قدوس اتباع حق کی توفیق عطا فرمائے۔

خاک بوس راہ دردمنداں

محمد عبداللطیف

خادم علوم دینیہ بدارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور

۶/ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ ۳ دسمبر ۲۰۰۰ء

تقریظ

عمدۃ المدرسین حضرت علامہ مفتی محمد گل احمد خاں عتیقی صاحب مدظلہ

مدرس: جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ حامدا مصلیا

ایک مسلمان کے لئے سکون دل اور اطمینان قلب نعمت عظمیٰ ہے اور اس نعمت عظمیٰ کا حصول ذکر اللہ سے ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے الا بذکر اللہ تطمین القلوب کہ سنو ! کہ یقیناً ذکر اللہ سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ نیز ارشاد ہے ترجمہ کہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں اللہ تعالے کا ذکر کرو۔ نیز احادیث نبویہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام میں بھی ذکر اللہ کی بڑی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے اور شارحین احادیث اور فقہاء احناف نے ذکر کرنے کی کیفیت کو بیان کیا کہ ذکر خفی بھی جائز ہے اور ذکر بالجہر بھی جائز ہے۔ مگر بعد از نماز باجماعت ذکر بالجہر کا جواز تین شرطوں سے مشروط ہے کہ نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا نہ ہو۔ جیسے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاء احناف کی وضاحت کی روشنی میں چار فتوؤں کی روشنی میں واضح فرمایا معروف عالم دین اور روحانی پیشوا حضرت علامہ مولانا عبدالغفور نقشبندی نے امام اہل سنت اعلیٰ

حضرت عظیم البرکت کے انہی چار فتوؤں کو منظر عام پر لانے کی کوشش فرمائی ہے

اللہ تعالے ان کی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے۔امام اہل سنت نے ذکر بالجہر

کے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تین موانع یعنی

نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذاء ہو تو ذکر بالجہر ناجائز ہے اور اس سے منع کرنا واجب

ہے جیسا کہ حدیث شریف میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من رای منکم منکرا فلیغیر بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ

فان لم یستطع فبقلبہ وذالك اضعف الایمان

ترجمہ: جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے مٹا

دے بند کردے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی

قدرت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ سب میں کم تر در جہ ایمان کا ہے۔

اور اگر موانع موجود نہ ہو تو ذکر بالجہر جائز تو ہے مگر فقہائے احناف کی

تصریح کے مطابق ذکر خفی بہر صورت افضل ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق

عنایت فرمائے۔

بوسیلہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

حررہ محمد گل احمد خان عتیقی

جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

۸ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ '5/11/2000

تقریظ

محققِ عصر حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب مدظلہ

پرنسپل جامعہ اسلامیہ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدہ واصلی علی حبیبہ الکریم و علیٰ آلہ وامّتہ اجمعین ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے ۔

یایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً ۝

وّسبحوہ بکرۃ واصیلا (الاحزاب)

اے اہل ایمان اللہ کا کثرت کے ساتھ ذکر کیا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح پڑھا کرو ذکر و یادِ الٰہی میں سکون و کامیابی کی ضمانت ہے اس کے علاوہ کسی چیز میں سکون تلاش کرنا سوائے نادانی و بے وقوفی کے کچھ نہیں

خالقِ کائنات کا ارشادِ گرامی ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

اچھی طرح سُن لو یادِ الٰہی سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ بندے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس نعمت عظمیٰ سے مالا مال کیا۔ ان کا حال بیان فرماتے ہوئے۔

ارشاد ربّانی ہے:

تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا۔

ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں وہ اپنے پالنہار کو خوف وشوق کی

کیفیّت میں پہچانتے ہیں

دوسرے مقام پر فرمایا:

وکانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون وبالا سحارھم یستغفرون

وہ راتوں کو بہت کم سوتے ہیں اور بوقت سحری وہ اپنے ربّ سے معافی مانگتے ہیں

انکی یادِالٰہی سے محبت کا یہ عالم ہوجاتا ہے۔ ''کہ ہتھ کار ول تے دل یار ول''

اسی شان کو قرآن نے یوں بیان کیا

رجال لا تلھیھم تجارة ولا بیع عن ذکر الله واقام الصلوة

'' کچھ مرد ایسے ہیں جنہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت یادالٰہی اور ادائیگی نماز سے غافل نہیں کرپاتی تو یادِالٰہی ایمان کی بُنیاد ہے یہ ہر حال میں حسبِ مقام جائز اور اعلٰی عمل ہے کبھی توبہ کی صورت میں کبھی استغفار کی صورت مین کبھی تسبیح و تحلیل اور کبھی درود وسلام کی صورت میں نماز بھی ذکرالٰہی کی اعلٰی وکامل صورت ہے۔ ذکرالٰہی آہستہ اور بلند آواز دونوں طرح جائز ہے امّت کا اس کے جواز میں اختلاف نہیں رہا' ہاں یہ اختلاف رہا کہ ان میں افضل صورت کون سی ہے بعض نے آہستہ کو اور بعض نے بلند آواز سے ذکر کو افضل قرار دیا اھلِ تحقیق نے ان میں موافقت یوں فرمادی کہ حالات مقامات اور اشخاص کے حوالے سے کبھی آہستہ اور کبھی بالجھر افضل ہے البتہ جہاں نصوص آچکی ہیں وہاں اُن کے مطابق ہی عمل کیا جائیگا۔ مثلاً فجر، مغرب اور عشاء میں قرآت بلند آواز سے اور ظہر، عصر میں آہستہ کا حکم ہے تو اسی پر عمل لازم ہے

کچھ لوگوں کی زیادتی

کچھ ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں جو بُلند آواز سے ذکر کو جائز ہی نہیں سمجھتے بلکہ اسے بدعت اور خرافات قرار دیتے ہوئے مساجد میں اس عمل سے منع کرتے ہیں انہیں باری تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی سامنے رکھنا چاہیے

ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها (البقرہ)

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کے گھروں میں اس کے نام کے ذکر سے منع کرتا اور اسکی بربادی میں کوشاں رہتا ہے۔

ذکر کرنے والوں کے لیے شرط

جس شریعت نے ہمیں بلند آواز سے ذکر کی اجازت دی ہے اس نے ہمیں اس بات کا پابند کیا ہے کہ تمھارے ذکر سے کسی کی عبادت و آرام میں خلل واقع نہیں ہونا چاہیے مثلاً بلند آواز سے کلمہ طیّبہ کا ذکر افضل مگر نماز کا احترام لازم وفرض ہے۔ لہٰذا اگر کوئی پاس نماز ادا کر رہا ہو تو اسوقت بلند آواز سے نہ کیا جائے تا کہ نماز میں خلل واقع نہ ہو نماز کے اس احترام کے پیشِ نظر ذکر آہستہ کیا جائے۔ ہمارے ہاں چونکہ اس بات کا خیال کم ہوتا جا رہا ہے لہٰذا اس بات کی ضرورت تھی کہ لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی جائے تا کہ ذکر کی حدود و قیود کو سامنے رکھ کر ہی اسے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے امام اہل محبت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قادری قدس سرہٗ العزیز کو کہ انہوں نے اس مسئلہ کو بڑے احسن انداز

میں نہایت ہی تحقیق وخوش اسلوبی سے اپنی تصانیف اور فتاویٰ میں بیان فرمایا تھا۔

حضرت علامہ مولانا عبدالغفور مجددی زید مجدہ' مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان تمام فتاویٰ جات اور دیگر شارحین حدیث اور فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کو جمع فرما دیا ہے تا کہ ہم اُن سے راہنمائی حاصل کر سکیں۔

معاملہ ضد اور ہٹ دھرمی کا نہیں بلکہ یادِ الٰہی کا ہے تو اس کے لیے وہی رستہ اختیار کر لینا چاہیے جس سے قربِ الٰہی نصیب ہو لہٰذا ہمیں خواہش نفس سے بالاتر ہو کر ایسے موقع پر ذکر آہستہ کرنا چاہیے جب کسی خلل کا اندیشہ ہو۔ اللہ تعالیٰ مولانا مدظلہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو تعلیماتِ شریعت پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دُعا گو: محمد خان قادری

خادم کاروانِ اسلام شادمان لاہور

بروز جمعرات ۴ جنوری ۲۰۰۱ء

تقریظ

استاذ العلماء شارح مرقاۃ وحسامی

حضرت علامہ مفتی محمد اشرف نقشبندی مدظلہ

ناظم اعلیٰ جامعہ صدیقیہ رضویہ' داروغہ والا' لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی و نسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

مسلکِ حق اہل سنت و جماعت کے مطابق ''مسئلہ ذکر'' کو بعنوان نمازی کے پاس بآواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟

مرشدی ومولائی واستاذی المکرّم دامت برکاتہم العالیہ نے تحریر فرمایا ہے جو اس تاریک دور میں اہل حق کیلئے رُشد وہدایت کی روشنی کا مینار ہے: استاذی المکرّم دامت برکاتہم العالیہ نے اس رسالہ میں اعلیٰحضرت عظیم البرکت مفتی اعظم الشاہ امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز کا وہ فتویٰ جو آپ نے فتاویٰ رضویہ میں ذکر کے متعلق دیا ہے اُس کو اس رسالہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور موجودہ دور میں اس مسئلہ پر جتنے بھی شکوک وشبہات وارد کئے جاتے ہیں اُن تمام کے فقہائے احناف کی اقوال کی روشنی میں تسلی بخش جواب عنایت فرمائے ہیں۔ بندۂ ناچیز

سمجھتا ہے کہ موجودہ دَور میں یہ آپ کا ایک تجدیدی کارنامہ ہے۔ لہذا اہل سنت و جماعت کو اسی فتویٰ پر عمل کرنا چاہیے اور عوام کو بھی یہ مسئلہ سمجھانا چاہیے۔ میں یہ بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ استاذی المکرّم دامت برکاتہم العالیہ نے یہ رسالہ فقط اللہ تعالیٰ کی رِضا کیلئے تحریر فرمایا ہے۔ اور ایسے متعدد مواقع آئے ہیں جہاں پر آپ نے بغیر لومۃ لائم حق بات کہی ہے۔ ہم سب آپ کے احسان مند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم اہل سنت و جماعت کی دعاء قبول فرمائے کہ آپکو اس کی بہترین جزاء عطاء فرمائے امین ثم امین

محمد اشرف نقشبندی

دار العلوم جامعہ صدیقیہ رضویہ

نزد الراعی فلور ملز، نشتر ٹاؤن داروغہ والا لاہور

8 رمضان المبارک مطابق ۱۴۲۱ھ

6 دسمبر 2000ء

تقریظ

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، مدظلہ

ناظم اعلیٰ: جامعہ جلالیہ رضویہ، داروغہ والا لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغفور صاحب نقشبندی کے رسالہ ''نمازی کے پاس بآواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟ کا مسودہ بندہ نے چند مقامات سے پڑھا ہے۔ فاضل مولف نے اس رسالہ میں بعض حالات میں ذکر بالجہر کے عدم جواز پر قلم اٹھایا ہے۔ مثلاً نمازی کی نماز میں اگر خلل واقع ہو رہا ہو۔ اس سلسلے میں انہوں نے فقہائے احناف کی تصریحات کو پیش کر کے مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔ دیگر مواد کے علاوہ بالخصوص اعلیٰحضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ سے استفادہ کیا ہے اور ان سے اپنے موقف پر استدلال اور تقریب تام کرنے میں کافی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے قلم کو مزید توانائیاں عطا فرمائے۔

والسلام مع الف اکرام

محمد اشرف آصف جلالی

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام

داروغہ والا لاہور

۸ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

۳ فروری ۲۰۰۱ء

تقریظ

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی علی احمد سندیلوی صاحب مدظلہ العالیٰ

سابق مدرس و مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الكريم - اما بعد

ذکر جہری و خفی ہر طور سے جائز ہے۔ کسی ہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے۔ خواہ منفرد ہو یا مجتمع' حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر' یا کسی اور صورت سے' کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر۔ غرضیکہ کوئی ہیئت ہو' جائز ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لا يقعد قوم يذكرون الله الا حفتهم الملائكة (رواہ مسلم مشکوٰۃ ۱۲۰/۱۹۶)

وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول الله انا عند ظن عبدی بی وانا معه اذا ذكرنی فان ذكرنی فی نفسی ذكرته فی نفسی وان ذكرنی فی ملاء ذكرته فی ملاء خير منهم (متفق علیہ)

وقال الله تعالیٰ يذكرون الله قياما وقعودا وعلی

جنوبهم الایہ۔ و فی تفسیر الاحمدی فی بحث الجهر والاخفاء۔ وهذا بحث مختلف فیه بین الانام فی زماننا ولا طائل تحته' اذا المقصود بکل الوصول الی الله تعالیٰ بای طریق کان۔

بالعموم ذکر خفی ذکر جلی سے افضل ہے اگر چہ بعض اوقات بعض مصالح کی بنا پر ذکر جلی ذکر خفی سے افضل ہوتا ہے۔ البتہ اس میں اس بات کا خیال ضرور رہے کہ یہ جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ کسی نائم' بیمار اور نمازی کو اذیت نہ ہو' اور جہر نہایت مفرط نہ ہو۔ بطور ریا نہ ہو۔ نیز کسی طریقہ کو لازم نہ سمجھا جائے۔ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جس سے مسبوق نمازیوں کی نماز میں خلل پڑے' جائز نہیں۔ اور اس مقصد کیلئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اور بھی برا ہے۔ حدیث شریف میں علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ارشاد فرمائی ہے:

"وارتفعت الا صوات فی المساجد۔"

یعنی مساجد میں آواز میں بلند ہونے لگیں گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد میں آوازیں بلند کرنا امت کے بگاڑ کی علامت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وسلف الصالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جو طریقہ منقول ہے وہ یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر زیر لب تسبیحات اور اذکار مسنونہ پڑھے جائیں اور آہستہ ہی دعا کی جائے۔ دعا میں ترنم' الفاظ کو بلا تحاشہ کھینچنا اور زور لگانا' جائز نہیں۔ دعا میں آواز آہستہ ہونے کے ساتھ خشوع وخضوع اور عاجزی اور انکساری ہونی چاہیئے۔ آجکل اکثر ائمہ کے دعا

مانگنے کا طریقہ خلاف سنت ہے۔ ہماری مساجد میں اول تو درس قرآن وحدیث ہوتا نہیں اگر کہیں ہوتا ہے درس دینے والے صاحب وعظ وتقریر کا انداز اختیار کرتے ہیں خوب چلاتے اور زور لگاتے ہیں' درس قرآن وحدیث کا یہ انداز پسندیدہ نہیں۔ درس میں آواز پست اور آہستہ ہونی چاہئے کہ نماز پڑھنے والوں کی نماز میں خلل نہ آئے۔

علماء روحانی طبیب ہیں جس طرح جسمانی طبیب کیلئے ماہر ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح روحانی طبیب کیلئے بھی ماہر ہونا ضروری ہے۔ طبیب کا کام ہے کہ جو مرض ہو اس کی دوا دے اور جتنی دوا کی ضرورت ہو اتنی ہی دے یہ نہ ہو کہ مرض کچھ ہو اور دوا دوسرے مرض کی دے۔ ہمارے ہاں آجکل یہی کچھ ہو رہا ہے۔ روحانی طبیب' بیماری کچھ ہوتی ہے اور دوا کچھ دیتے۔ عوام اہلسنت ایصال ثواب نہ کرنا' گیارہویں نہ دینا' تیجہ چالیسواں عرس نہ کرنا' یارسول اللہ یاغوث اعظم نہ کہنا وغیرہ کے امراض میں مبتلا نہیں' ان میں سے کوئی بیماری بھی انہیں نہیں ہے۔ یہ غریب مبتلا ہیں بدعملی کی بیماری میں' نماز نہ پڑھنا' روزے نہ رکھنا زکوۃ نہ دینا' حج نہ کرنا' جھوٹ چغلی' آوارہ گردی' ضیاع وقت' حسد' بغض' کینہ وغیرہ سینکڑوں بیماریوں میں مبتلا ہیں' ان کی ان بیماریوں کا علاج کرنا چاہئے۔

روحانی طبیبوں کا فرض ہے کہ محض ترنم سے نعت سنانے اور نماز کے بعد ذکر کرانے پر وقت پاس نہ کریں۔ بلکہ اپنی مساجد میں دروس قرآن وحدیث اور فقہ دیں تاکہ لوگوں کو دین کی سمجھ حاصل ہو اور انہیں اپنی بیماریوں اور علاج کا علم ہو۔

یہ خیال غلط ہے کہ مروج ذکر اہل سنت کا شعائر و علَم ہے۔ اہل سنت کا شعائر سنت پر عمل کرنا ہے۔ نماز کے بعد مخصوص ذکر اگرچہ خلاف سنت نہیں مگر یہ یقینی بات ہے کہ ایک مخصوص طور پر زیادہ تو جہ دینے سے اور بہت سے سنت ذکر چھوٹ گئے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر نماز کے بعد متعدد ذکر کرنا ثابت ہے۔ حتیٰ کہ آپ سب سے زیادہ ذکر و استغفار کرتے تھے۔ یہ بھی چھوڑتا جا رہا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یامعاذ قلت نعم یارسول الله۔

تو آپ نے ارشاد فرمایا:

انی احبك فقل اللهم اعنی علی ذكرك وشكرك
وحسن عباتك فی دبركلی صلاة۔

اس حدیث میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ہر نماز کے بعد اللهم اعنی علی ذكرك وشكرك وحسن عباتك پڑھنے کی وصیت فرمائی۔ یہ ذکر اور اس طرح کے اور بہت سے ذکر آجکل کے اکثر روحانی طبیبوں کے بھی علم میں نہیں ہیں۔ اس کی ایک و جہ یہ بھی ہے کہ ہم نے ایک ہی ذکر کو مخصوص انداز مین اپنا لیا' باقی سے صرف نظر کیا۔ عوام دینی اعتبار سے جہالت میں ڈوبتے' ڈوبتے جا رہے ہیں۔ ہم ہیں کہ لکیر کے فقیر ہو کر ایک ڈگر پر چلے جا رہے ہیں۔ ان کی بیماریوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں نہ ہی انکے علاج کا کچھ سوچتے ہیں۔

امام احمد رضا اور ہمارے دیگر بزرگوں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے نماز کے بعد ذکر بالجہر غیر مفرط کو صرف جائز کہا تھا۔ جبکہ کسی نمازی وغیرہ کو ایذا و خلل نہ ہو نہ کہ اس کو سنت اور ضروری قرار دیا تھا۔ انکا مطلب یہ تھا کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر غیر مفرط کو ناجائز کہنا درست نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ ہر جائز کام کا کرنا کوئی ضروری نہیں ہو جاتا مگر ہمارا رویہ اب یہ ہو گیا ہے کہ جو کام جائز ہے اس کو ضرور کیا جائے۔ اور بعض مرتبہ ہم اس میں اس قدر غلو کر جاتے ہیں۔ جائز مستحب کام بھی ضروری سمجھ کر بڑی پابندی سے کرتے ہیں اور فرض کو چھوڑ دیتے ہیں۔ گیارہویں بڑی پابندی سے دیتے ہیں، زکوٰۃ نہیں دیتے۔ شب قدر میں نوافل پڑھنے کے لئے مسجدیں بھر جاتی ہیں فرائض نماز سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ وغیرہ۔

امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ نے نمازی سونے والے اور بیمار کے پاس ذکر بالجہر کو ''نہی عن المنکر'' فرمایا ہے۔ اور جس کا روکنا حسب قدرت واجب قرار دیا ہے۔ اس کا ذکر راقم نے اپنے متعدد اشتہارات میں با حوالہ کیا ہے۔ زیر نظر کتاب میں بھی حضرت علامہ مولانا عبدالغفور شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ دامت برکاتہم نے تمام حوالے جمع کر دیئے ہیں، ملاحظہ فرمالیں۔ احقر مسئلہ کی حد تک حضرت مولانا کی تائید کرتا ہے۔ اگر حضرت کی کسی عبارت سے کسی صاحبِ علم کی توہین یا تنقیص کا پہلو نکلتا ہو اس سے راقم بری الذمہ ہے۔ فقیر نے حضرت کی کتاب بعض مقامات سے دیکھی بڑی مفید اور معلومات افزا ہے۔ آپ نے ہر دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی اس لئے اس کا مطالعہ کرنا

چاہئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور مسلمانوں کے لئے نافع بنائے۔ آمین بحرمت سیدالاولین والاخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ مطلقاً ذکر بالجہر کا کوئی منکر نہیں البتہ نماز کے بعد ذکر بالجہر کے بارے علماء اہلسنت کے دو گروہ ہیں۔ بعض علماء نماز کے بعد ذکر بالجہر غیر مفرط جس سے کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ آئے، سونے والے اور بیمار کو اذیت نہ پہنچے، ریا نہ ہو، جائز فرماتے ہیں۔ اس طور پر ذکر کرتے بھی ہیں۔

بعض ایسی حالت میں ذکر جلی کی بنسبت ذکر خفی کو اولیٰ سمجھتے ہیں، جو ذکر بالجہر کو اولیٰ سمجھتے ہیں۔ اگر وہ ذکر جلی کی بجائے خفی کرلیں تو بہتر ہے، اگر انہوں نے جہر کرنا ہی ہے تو اس دائرے کے اندر رہتے ہوئے کریں جس کا ذکر امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور نہ کرنے والوں کو لعن نہ کریں۔ نہ ہی وھابی وغیرہ کا عیب ان پر لگائیں۔ جو خفی کے قائل ہیں انہیں جلی والوں پر نرمی کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ راہِ اعتدال اختیار کرنے کی توفیق دے اور افراط وتفریط سے محفوظ رکھے اور عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

خویدم دارالافتاء اخوان المومنین پاکستان، لاہور

علی احمد سندیلی غفراللہ،

۱۳/ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

۸ فروری ۲۰۰۱م

تقریظ

پیر طریقت رہبر شریعت شیخ الحدیث وا لتفسیراستاذ العلماء

حضرت علامہ صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی مجددی مدظلہ العالی مہتمم

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ حیدرآباد سندھ

نحمدہ' ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیر نے حضرت علامہ مولانا محمد عبدالغفور شرقپوری کی کتاب ''نمازی کے پاس بآواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟ کا مطالعہ کیا الحمدللہ اس میں ذکر کیے گئے حقائق اور دلائل کو آئمہ مجتہدین بالخصوص فقہائے احناف اوراہل سنت وجماعت کے مقتدر اسلاف کے عقائد ونظریات کے مطابق پایا اس دور میں جب کہ حق بات کہنا ایک جرم بن گیا ہے۔ حضرت مولانا نے جس حق گوئی اور بلند ہمتی کا مظاہرہ فرمایا ہے اس پر یہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا سچا عاشق کہتے ہیں اب ان کے عشق کے امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے فتوؤں پر اوران کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے جب مسجد میں نمازی نماز پڑھ رہے ہوں اس وقت ذکر جہر کو ترک کرتے ہیں یا نہیں؟ جن لوگوں کی اعلیٰحضرت سے ارادت وعقیدت کا یہ عالم ہو کہ اگر کوئی اعلیٰحضرت سے کسی مسئلہ میں کوئی علمی اختلاف کر لے تو فوراً اس پر گستاخی و بے ادبی، توہین اسلاف اور سنّیت سے اخراج کے فتوے صادر کر دیئے جاتے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اعلیٰحضرت کے نظریہ اور آپ کے حکم پر

عمل کر کے اپنے ہی فتووں سے اپنے آپ کو کہاں تک بچاتے ہیں؟ اس سلسلے میں فقیر کا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ اسلاف کی محبت اور عقیدت کا ان دم بھرنے والوں کے سامنے جب ان کے کسی نظریے کے خلاف اسلاف کی عبارات پیش کی جاتی ہیں تو یہ اپنے باطل نظریات کو ثابت کرنے کے لیے اسلاف کی عبارات میں تحریف تک کر ڈالتے ہیں۔ لیکن اپنے باطل نظریات سے ہٹنا گوارا نہیں کرتے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک علمی مسئلہ پر حضرت غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خاص مرید، شاگرد اور انکے دار العلوم کے مفتی صاحب کی خدمت میں فقیر نے اپنے نظریہ کی تائید میں اور ان کے نظریہ کے خلاف انہی کے مرشد و مربی اور استاذ حضرت غزالی زماں کے ترجمۃ القران سے جب ایک حوالہ پیش کیا اور ان سے اس کا جواب بن نہ پڑا تو انہوں نے فقیر کو لکھ کر بھجوادیا کہ غزالی زماں کے ترجمہ قران میں یہ سہواً کاتب سے ایسا لکھا گیا ہے آئندہ ایڈیشن میں یہ نکال دیا جائے گا اور ایسا ہی ہوا نئے ایڈیشن میں وہ لفظ نکال دیا گیا شاید ایسے ہی موقع کے لیے علامہ اقبال نے کہا تھا:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

نمازیوں کے آگے ذکر جہر کی ممانعت میں چونکہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے ایک نہیں بلکہ کئی مقامات پر متعدد واضح ارشادات ہیں اور وہ ارشادات برس ہا برس سے تسلسل کے ساتھ چھپتے چلے آرہے ہیں اس لئے تحریف لفظی تو یہاں ممکن نہیں رہی اب یہ لوگ اعلیٰحضرت کے ان واضح ارشادات کی اپنی طرف سے نئے نرالے غلط معنی بیان کر کے اس میں معنوی تحریف کی کوشش ضرور کریں گے تاکہ کسی طرح اپنے باطل نظریات پر قائم رہ سکیں۔ اس کی ایک

واضح مثال اور زندہ ثبوت اسی کتاب کے آخر میں اعلٰحضرت کے ایک عاشق زار عالم صاحب کی تحریر ہے جس میں انہوں نے علامہ محمد عبدالغفور شرقپوری کی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے نظریات کا رد کیا ہے اور اعلٰحضرت کے واضح ارشادات کی ایسی لایعنی اور رقیق تاویلات کر کے اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے کہ اسے پڑھ کر اہلِ خرد کو ہنسی آ جائے اور اہل دِل کو رونا آ جائے وہ عالم صاحب فرماتے ہیں کہ زور زور سے کلمہ شریف پڑھنے سے وہا بیوں کی نماز میں خلل آئے گا سنیوں کو نہیں آئے گا اور اگر سنیوں کو آیا بھی تو زیادہ نہیں ہوگا۔ اہل علم حضرات غور فرمائیں کہ اعلٰحضرت کے ارشادات سے راہِ فرار اختیار کرنے کے لیے کیا یہ مضحکہ خیز تاویلات نہیں؟ کیا ان بچگانہ تاویلات سے یہ بات ثابت نہیں ہو جاتی کہ مسلکِ رضا کی پاسبانی کا یہ دعویٰ کرنے والے مسلکِ اعلٰحضرت کی بجائے اپنے باطل نظریات کی پاسبانی کر رہے ہیں؟

اور اعلٰحضرت کے مؤقف کے خلاف نظریات کو مسلکِ اعلٰحضرت کا نام دے کر کیا اعلٰحضرت کو بدنام کرنے کی سازش نہیں کی جا رہی؟

یہی عالم صاحب اپنی تحریر کے آخر میں صاحبِ کتاب مولانا محمد عبدالغفور صاحب کو نصیحت فرماتے ہیں کہ نمازیوں کے آگے ذکر جہر کرنے سے منع نہ کرو کیونکہ اعلٰحضرت فرماتے ہیں کہ ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً منع نہ ہو گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی کرے گا جو مقاصدِ شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو لیکن یہ نصیحت کرتے ہوئے اور اعلٰحضرت کی یہ عبارت پیش کرتے ہوئے ان عالم صاحب نے یہ بھی نہیں سوچا کہ وہ مولانا محمد عبدالغفور صاحب کو جو نصیحت

کرر ہے ہیں وہ نصیحت تو خود اعلٰحضرت فاضل بریلوی تک پہنچ رہی ہے کیونکہ نمازی کے آگے ذکر جہر سے منع مولانا محمد عبدالغفور نہیں کر رہے بلکہ خود اعلٰحضرت کرر ہے ہیں اور منع بھی اس شدّت کے ساتھ فرمار ہے ہیں کہ اگر ہاتھ سے روک سکتے ہو تو ہاتھ سے روکو ہاتھ سے روکنے اور منع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو زبان سے منع کرو اور اگر زبان سے بھی منع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کم از کم دِل سے بُرا جانو کہ یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے اور ساتھ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ جس ذِکر سے نمازی کی نماز میں خلل آتا ہو اُس ذکر سے منع کرنا واجب ہے۔ وہ عالم صاحب ذرا ٹھنڈے دِل سے غور کریں کہ ان کے ارشاد کے مطابق جس ذکر سے نمازی کی نماز میں خلل آتا ہو اِس ذکر جہر سے منع کرنے والا اگر بالفرض اعلٰحضرت کے فتوے کی رو سے مقاصدِ شرع سے جاہل اور ناواقف ہے عام مسلمانوں کا بدخواہ ہے اور مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت وشہرت چاہنے والا ہے تو معاذ اللہ اتنی سختی کے ساتھ ذکر جہر سے منع کرنے پر یہ تمام فتوے خود اعلٰحضرت پر صادق نہیں آگئے؟ کیا اسی کا نام محبتِ اعلٰحضرت ہے کہ اپنے باطل نظریات کو صحیح کرنے کی خاطر خود اعلٰحضرت کو اُن کے اپنے فتوے کا مصداق بنا دیا؟ کیا یہ اعلٰحضرت کی بے ادبی اور گستاخی نہیں؟ اعلٰحضرت کے چاہنے والوں کو اللہ تعالٰی ان سے سچّی محبت کرنے اور اُن کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر　　　　4 مارچ 2001ء

تقریظ

مناظر اسلام شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ محمد سعید احمد اسعد

ناظم جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدی اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خانصاحب محدث ومجدد بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد ذکر بالجہر پر جو بھی فتاوٰی تحریر فرمائے ہیں فقیر ان سے من وعن متفق ہے اور سمجھتا ہے کہ ان کی اس بے نظیر تحقیق کے بعد کسی اور تحقیق کی ضرورت نہیں۔ ان فتاوٰی کی تفصیل استاذ العلماء پیر طریقت مولانا محمد عبدالغفور صاحب نقشبندی شرقپوری نے بیان فرما دی ہے اور سمجھتا ہوں کہ سرکار اعلیٰحضرت کی تحقیق کے بعد مزید تحقیق کی ضرورت نہیں۔

۷ مئی ۲۰۰۱ء

۱۲ صفر المظفر شریف ۱۴۲۲ ہجری

محمد سعید احمد اسعد غفرلہ اللہ الاحد

ناظم جامعہ امینیہ رضویہ

شیخ کالونی فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی هدانا الی الصراط المستقیم وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء محمدن المصطفےٰ وعلى اله واصحابه الهادين المهتدين وتابعيهم وتبعهم من الائمة المجتهدين

اللهم صلی علے محمد وعلے ال محمد كما صليت
علی ابرهيم وعلے ال ابرهيم انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى ال محمد كما باركت
على ابرهيم وعلى ال ابرهيم انك حميد مجيد۔
السَّلامُ عليك ايُّهَا النَّبِیُّ ورحمة اللّٰه وَبَركاتُه

مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
الغرض انکے ہر مُو پہ لاکھوں درود
انکی ہر خو و خصلت پہ لاکھوں سلام
ان کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں درود
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
شافعی مالک احمد امام حنیف
چار باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمازی کے پاس بآواز بلند ذکر کے بارے بندۂ مؤلف کا مؤقف وہی ہے جو فقہائے کرام اور عارف باللہ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی اور اعلیٰحضرت عظیم المرتبت حضرت مولٰینا الشاہ احمد رضا خانصاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کہ ذکر بالجہر بلا شک وشبہ جائز ہے نماز کے فوراً بعد یا اس کے علاوہ جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحتِ شرعیہ کا خلاف عارف باللہ شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بدانکہ جہر ذکر مطلقاً و بعد از نماز مشروع است وارد شدہ است دروے احادیث الخ[1]

ترجمہ۔ تو جان کہ ذکر بالجہر مطلقاً اور نماز کے بعد مشروع (جائز) ہے اس میں احادیثِ مبارکہ وارد ہیں' دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ وجہر بذکر مشروع است بلاشبہ[2]۔ اور ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع (جائز) ہے۔ تیسرے مقام پر فرماتے ہیں'' وحق آنست کہ ذکر جہر مشروع است بلاشبہ مگر بعارض''[3]

ترجمہ: اور حق یہ ہے کہ ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع ہے مگر کسی عارضہ کے سبب۔

---

1. شیخ عبدالحق محدث دہلوی' شیخ الاسلام: اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۴۱۸
2. ایضاً ص ۴۲۰
3. شیخ عبدالحق محدث دہلوی' شیخ الاسلام' اشعۃ اللمعات جلد دوم' ص ۲۲۹

یعنی اگر ذکر بالجہر کے سبب کسی نمازی، مریض یا سوتے کی ایذا و تشویش ہو تو مشروع نہیں۔

اور اعلیٰحضرت مجددِ دین و ملت مولٰینا الشاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"الجواب: درود شریف ذکر ہے، ذکر بالجہر جائز جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف یونہی درود شریف بھی جہراً جائز و مستحب ہے جس کے جواز میں دلیل اجماع کہ قرأتِ حدیث و ذکرِ نام اقدس میں سلفاً خلفاً تمام ائمہ و علما و مسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی آواز سے کہتے ہیں۔ جتنی آواز سے قرأت حدیث و کلام کر رہے ہیں۔ اور یہ جہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]"

وضاحت: "بندہ مولّف کی اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں مودبانہ عرض" امام کے سلام کے بعد دیکھ لیں اگر جماعت میں شامل تمام نمازی فارغ ہو چکے ہوں تو جس طرح چاہیں آہستہ یا باآواز بلند (انفرادی یا اجتماعی) الگ الگ یا مل کر ذکرِ الٰہی کریں درود شریف پڑھیں اور اگر ایک یا زیادہ نمازی اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھ رہے ہوں تو ان کے فارغ ہونے تک آہستہ ذکر کر لیں آہستہ درود شریف پڑھ لیں یہ ذکر و درود شریف کو روکنا نہیں کہ آہستہ ذکر و درود بھی ذکر و درود ہی ہے تاکہ ان نمازیوں کی نمازوں میں خلل نہ پڑے اور وہ نمازی

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ طبع قدیم جلد ثالث، ص ۱۰۷
" " " " " " طبع جدید رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد ششم صفحہ ۲۳۴

بھی بغیر دقت و دشواری اور بھولنے کے سکون سے نماز پڑھ لیں۔ کہ دوسرے نمازیوں کی رعایت حقوق العباد میں سے ہے۔ اس سے ذکرو درود کا ثواب بھی ملیگا۔ اور انکی نمازوں کو خلل سے محفوظ کرنیکا بھی جب فارغ ہو جائیں اور وہاں کوئی اور بھی نماز نہ پڑھ رہا ہو تو جس طرح چاہیں آہستہ یا باآواز بلند الگ الگ یا مل کر ذکر الٰہی کریں درود شریف پڑھیں۔

جب ہم احناف کے نزدیک فقہ حنفی قرآن کریم اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین تشریح ہے۔ اور فقہ حنفی کی کتابوں میں یہ مسئلہ واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ ذکر بالجہر جس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا و تشویش ہو یا ریا آنے کا اندیشہ ہو نا جائز ہے۔ تو ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس کے خلاف یا مخالفت میں قرآن کریم کی آیات و احادیثِ مبارکہ سے استدلال و استنباط کریں نہ ہمارا یہ منصب ہے نہ ہم اس کے اہل، فقہ کی کتابوں کو چھوڑ کر براہ راست قرآن و حدیث سے استدلال غیر مقلدانہ روش ہے کیونکہ فقہائے کرام کی مخالفت غیر مقلدین کرتے ہیں۔

تعجب و افسوس ہے ان علماء کرام پر جو اپنے آپ کو رضوی اور بریلوی کہتے ہیں اور کہلواتے ہیں۔ اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو مجدد دین وملت، امام اہلسنت، اپنے دور کا امام ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ اور ہر مسئلہ پر اعلیٰحضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

ان علماء کرام نے اعلیٰحضرت عظیم المرتبت مجدد دین وملت مولٰینا الشاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ (الفتاویٰ الرضویۃ) جو کہ .... فقہ حنفی کی کتب کے حوالہ جات سے مزین، بلکہ "فقہ

حنفی کا جامع، صحیح، واضح اردو ترجمہ ہے۔

نوٹ: ان تمام فتاویٰ مبارکہ کو جو اس موضوع کے متعلق ہیں شائع کرنا تو درکنار آج تک اس مسئلہ پر ایک فتویٰ مبارکہ بھی شائع نہیں کیا۔ بلکہ ان کے خلاف کتابیں رسائل اشتہارات مندرجہ ذیل عنوانات سے مسلسل شائع کر رہے ہیں۔

1- بعد نماز بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا بیان۔

2- نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت۔

3- ذکرِ جہر کا جواز۔

جو اعلیٰحضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے غلط فہمی کا سبب ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اعلیٰحضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی موقف ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب فتاویٰ رضویہ شریفہ کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ اعلیٰحضرت عظیم المرتبت الشاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل فتویٰ مبارکہ کا

''الجواب: جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باآواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآنِ مجیدٗ و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے مسجد میں جب اکیلا تھا اور باآواز پڑھ رہا تھا۔ جس وقت کوئی شخص نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔[1]''

تو بعض احباب جن میں کے اکثر طلبا اور مساجد کے ائمہ و خطبا ہیں کہتے ہیں کہ اگر اعلیٰحضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ صحیحہ اور قابل عمل ہیں تو ہمارے بعض

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد سوم طبع قدیم، ص ۶۱۹
" " " " " " طبع جدید رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد ہشتم صفحہ ۱۰۰

علماء کرام نے جو ہمارے مسلک کے نمائندہ سمجھے جاتے ہیں اور اعلیٰحضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو امام اہلسنت ومجدد دین وملت مانتے ہیں۔

انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ کیوں لکھا ہے کہ نماز کے فوراً بعد باآواز بلند ذکرودرود جائز ومستحب وسنت ہے اگرچہ بعض جماعت میں شامل نمازی امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہوں اور انکی نمازوں میں خلل پڑے اور اسکے اثبات میں انہوں نے قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ پیش کی ہیں اس کے جواب میں تو اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ حضرات مجتہد وغیر مقلد نہیں کہ قران وحدیث سے براہِ راست استدلال کرسکیں یا کریں بلکہ مقلد ہیں حنفی ہیں انہیں چاہیے کہ فقہ حنفی کی کتب سے حوالہ پیش کریں۔ اسکے باوجود مزید وضاحت اور عوام مسلمین کی تسلی اور طمانیت کیلئے اور یہ بتانے کیلئے کہ ان آیات واحادیث کا صحیح مطلب یہ ہے۔

اُن کے وہ دلائل جو اس مسئلہ پر انکی کتابوں میں پیش کیے گئے ہیں ان کے مراجع وماٰخذ کی پوری عبارات کے ساتھ جو اس مسئلہ کے متعلق ان میں ہیں درج کیے جاتے ہیں اور بعض کی وضاحت تا کہ ان کا صحیح مطلب سمجھنے میں آسانی ہو اور قارئین خود فیصلہ فرمائیں۔

محمد عبدالغفور ابن تاج الدین

المتوطن دوکیج تائون من مضافات لاهور باکستان

۱۸ ذی الحجه ۱۴۲۱ سنه بمطابق ۱۵ مارچ ۲۰۰۱ سنه

فضائل ذکر نیز نماز ذکر فرض اور تمام اذکار کا مجموعہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
فاذ کرونی اذکر کم واشکروالی ولا تکفرون

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے اس مبارکہ مقدسہ آیت میں اپنے بندوں کو اپنے ذکراور اپنے شکر کا حکم اور ناشکری سے منع فرمایا ہے۔اور اپنے ذکر کی فضیلت وعظمت بیان فرمائی۔فرمایاتم میری یادکرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

ذکر اور ذکر کی وجہ سے ذکر کرنیوالے کی اس سے بڑھ کر فضیلت و بزرگی، عظمت وشان کیا ہوسکتی ہے کہ ہم مخلوق ومملوک ہوکر اس کا ذکر کریں اور وہ خالق و مالک ہوکر ہمارا ذکر فرمائے، ہم بندے اور محتاج ہوکر اُس کا ذکر کریں وہ معبود والٰہ، غنی و بے نیاز ہوکر ہمارا ذکر فرمائے۔ہم پر حق ہے کہ ہم اس کا ذکر وشکر اور خاص اسکی عبادت کریں اور اس پر کسی کا کوئی حق نہیں۔یہ محض اس کا فضل وکرم اور رحمت ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم اور رحمت سے وعدہ فرمالیا ہے کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر فرماؤں گا، تم میری عبادت کرو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، میں تمہیں بخش دوں گا اور عذاب نہ دوں گا۔حضور سید عالم نور مجسم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فان حق اللہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا
بہ شیئا و حق العباد علی اللہ ان لا یعذب من لا

یشرك به شیئا

ترجمہ: اللہ کا حق بندوں پر تو یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اسے عذاب نہ دے یعنی دائمی عذاب نہ دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی وانا معه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملامنهم ذکرته فی ملا خیر منهم

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھے اور میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جس وقت وہ مجھے یاد کرتا ہے، تو اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اُسے ایسے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے آدمیوں کی کسی جماعت میں یاد کرے تو میں اس کا ذکر اس جماعت میں کرتا ہوں جو اس جماعت سے بہتر ہے کہ ملائکہ مقربین کی جماعت ہے۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

ودریں حدیث دلیل است برجواز ذکر جہر چنانکہ گذشت۔

اور اس حدیث میں ذکر جہر کے جواز پر دلیل ہے جس طرح کہ گزرا۔ اور فرماتے ہیں بدانکہ جہر مذکور مشروع است بے شبہہ چنانکہ در حدیث آمدہ۔

وان ذکرنی فی ملا مقابل من ذکرنی فی نفسه واز ادله آنست قول حق سبحانه وتعالی کذکرکم آباء کم۔

ترجمہ: تو جان بلا شک وشبہ جہر مذکور مشروع ہے جس طرح کہ حدیث میں آیا کہ اگر میرا بندہ کسی جماعت میں میرا ذکر کرے مقابل اس کے کہ اگر میرا بندہ اپنے دل میں مجھے یاد کرے۔

اور ذکر جہر کی دلیلوں سے اللہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا قول:

کذکرکم آباء کم

تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے یا اس سے زیادہ۔

اور جاننا چاہیئے کہ نماز بھی ذکر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اقم الصلوة لذکری میرے ذکر کیلئے نماز قائم رکھ

اور فرماتا ہے:

یایها الذین امنوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله وذروا البیع

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن، تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

یہاں اللہ کے ذکر کی طرف دوڑنے سے مراد نماز جمعہ کی طرف دوڑنا ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فيها

اسمه وسعیٰ فی خرابہا۔

اور اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو رو کے اُن میں نام خدا لیے جانے سے یعنی نماز سے۔ اس آیتہ مبارکہ کے تحت اپنے تفسیری حاشیہ میں حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکینِ مکّہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے ابتدائے اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے اصحاب کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا تھا۔

ان آیات مبارکہ سے ثابت ہے کہ نماز بھی ذکر ہے۔

بلکہ نماز تمام ذکروں کا مجموعہ ہے۔

نماز سے روکنا یا رکاوٹ بننا' نماز میں خلل ڈالنا' گویا تمام ذکروں کو روکنا تمام ذکروں کیلئے رکاوٹ بننا' تمام ذکروں میں خلل ڈالنا ہے۔

ثانیاً: نماز ذکر فرض ہے اور نماز کے بعد باآواز بلند ذکر بعض متقدمین کے نزدیک جائز یا مستحب، اور فرض کی حفاظت زیادہ ضروری اور اہم۔ اگر مستحب فرض میں روک یا رکاوٹ یا خلل انداز ہوتو مستحب کا چھوڑنا ضروری ہے اگر نمازی کے پاس اس کی فراغت تک ذکر آہستہ کرلیا جائے تو ذکر بھی ہو جائے گا کہ آہستہ ذکر بھی ذکر ہے اور ثواب بھی دُوگنا ملے گا ذکر کا بھی اور نمازی کو خلل سے بچانے کا بھی۔

اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے۔

بندہ مؤلف

محمد عبدالغفور ابن تاج الدین

☆☆☆☆

نمازی کے پاس ذکر بالجہر کے بارے

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت قامع شرک وبدعت آیۃ من آیۃ اللہ الشاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اوران کے الفتاوی الرضویۃ کی جلالت وعظمت کے پیش نظر پہلے آپ کے فتاویٰ مبارکہ جو بلاشک وشبہ اسم با مسمّیٰ العطاء النبویہ ہیں۔ جنکا ہر جملہ افراط وتفریط سے پاک اور حدود شرعیہ کے اندر ہے، پیش کئے جاتے ہیں۔ انہیں غور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں:

پہلا فتویٰ مبارکہ: از الہ آباد مسجد صدر مرسلہ حافظ عبدالحمید فتحپوری ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

سوال: اگر کوئی مسجد میں بآواز بلند درود ووظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے لوگ بھول جاتے ہیں، خیال بہک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر بالجہر، تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے اسکے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین؟

"الجواب: بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز ہی نہیں

بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحدِ قدرت،
جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے،

من رای منکم منکر افلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذالك اضعف الایمان

جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دے بند کر دے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا جانے اور یہ سب میں کم تر درجہ ایمان کا ہے۔

اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے استماع کیلئے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہراً تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوہرا وبال ہے۔ ایک تو وہی خلل اندازی نماز وغیرہ کہ ذکر جہر میں تھا دوسری قرآن حکیم کو بے حرمتی کیلئے پیش کرنا۔

ردالمحتار میں ہے۔

فی الفتح عن الخلاصه رجل یکتب الفقه ویجنبه رجل یقراء القرآن فلا یمکن استماع القرآن فالاثم علی القاری وعلی هذا لوقرأ علی السطح والناس نیام یاثم اه ای لانهٗ یکون سببا

لاعراضهم عن استماعه اولانه یوذیهم بایقاظهم۔"

فتح میں خلاصہ سے ہے ایک شخص فقہ لکھ رہا ہے اور اس کے پاس دوسرا شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہے کہ قرآن کا سننا ممکن نہیں تو گناہ تلاوت کرنے والے پر ہے اسی طرح اگر اونچی جگہ پڑھتا ہے حالانکہ لوگ سو رہے ہیں تو پڑھنے والا گناہ گار ہوگا۔ اس لیئے کہ یہ شخص ان کے قرآن سننے سے اعراض کا سبب بنا' یا اس وجہ سے کہ اس کی نیند میں خلل پڑے گا' اسی میں غنیّۃ سے ہے

یجب علی القاری احترامه بان لا یقرأ فی الاسواق ومواضع الاشتغال فاذا قرأہ فیها کان هوالمضیع لحرمته فیکون الاثم علیه دون اهل الاشتغال دفعاً للحرج : والله تعالیٰ اعلم ہ[1]

تلاوت کرنے والے پر یہ احترام لازم ہے کہ وہ بازاروں میں اور ایسے مقامات پر نہ پڑھے جہاں لوگ مشغول ہوں اگر وہ ایسے مقام پر پڑھتا ہے تو وہ قرآن کا احترام ختم کرنے والا ہے لہذا دفع حرج کے پیش نظر یہ پڑھنے والا گنہگار ہوگا۔ مشغول ہونے والے لوگ گنہگار نہ ہونگے۔

دوسرا فتویٰ مبارکہ: مسئلہ نمبر ۱۱۵۲ از رضا فاؤنڈیشن لاہور

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک یا زیادہ شخص نماز پڑھ رہے ہیں یا بعد جماعت نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک

---

[1] احمد رضا بریلوی' امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث طبع قدیم' ص ۶۱۹
جدید جلد ہشتم صفحہ ۱۰۹

یا کئی لوگ بآ واز بلند قرآن یا وظیفہ یعنی کوئی قرآن کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے تو اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہیئے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال بدل جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

''الجواب: جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ بآ واز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآنِ مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے، مسجد میں جب اکیلا تھا اور بآواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم[1]''

تیسرا فتویٰ مبارکہ: مسئلہ نمبر ۴۴۷

ازندی پاربتی علاقہ گولیار گوتا باور ریلوے ڈاک خانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب محرّر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

سوال: بخدمت فیض درجت مولٰینا و مرشد نا مولوی محمد احمد رضا خانصاحب دام اقبالہٗ السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں، وظیفہ یا درود شریف بلند پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ ان معاملات میں کچھ شبہ ہے اور کچھ دلیل بھی ہوئی ہے لہٰذا دریافت کی ضرورت ہوئی۔

---

1. احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث، ص ۶۱۹
" " " " طبع جدید رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد ششم ص ۱۰۰

"الجواب: مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ، درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باآواز بلند نہ پڑھا جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو۔ یا ریا آنے کا اندیشہ، اور اگر کوئی محذور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عند التحقیق کوئی حرج نہیں۔ تاہم اخفا افضل ہے۔ لما فی الحدیث: خیر الذکر الخفی۔ واللہ وسبحانہ تعالیٰ اعلم[1]"

'چوتھا فتویٰ مبارکہ: مسئلہ ۴۴۹ از راموچکماکوں ضلع چٹا گانگ مدرسہ عزیزیہ۔ مرسلہ سید مفیض الرحمٰن صاحب۔ ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۶ھ۔

سوال: درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی مطلقاً ناجائز ہے یا جواز مع کراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی۔

"الجواب: درود شریف ذکر ہے، ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا، نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف یونہی درود شریف جہراً جائز و مستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کہ قرأتِ حدیث و ذکرِ نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں سلفاً خلفاً تمام ائمہ و علماء مسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسی آواز سے کہتے ہیں جتنی آواز سے قرأت حدیث وکلام کررہے ہیں۔ اور یہ جہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[2]"

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۱۰۶

[2] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث، ج ۱۰۷

مسبوقین کے ہوتے ہوئے نماز کے بعد ذکر بالجہر کے اثبات میں مصنف شرح صحیح مسلم کے دلائل

(نوٹ) بندہ مولف کی طرف سے مکمل وضاحت اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۱۷۔ ''عن ابن عباس قال کنا نعرف انقضاء صلوة رسول الله صلی الله علیه بالتکبیر

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو اللہ اکبر (کی آواز) سے پہچان لیتے تھے۔

۱۲۱۸۔ وعن ابن عباس قال ماکنا نعرف انقضاء صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم الا بالتکبر

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو صرف اللہ اکبر (کی آواز) کے ساتھ پہنچانتے تھے۔

۱۲۱۹۔ ان ابا معبد مولی ابن عباس اخبرہ ان ابن عباس قال ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وانه قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذالك اذا سمعته

ترجمہ:۔ بیشک حضرت ابومعبد جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فرض نماز کے بعد آواز بلند ذکر معروف طریقہ تھا۔

حضرت ابن عباس کہتے ہے کہ جب میں ذکر کی آواز سنتا تو جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔"

مصنف شرح صحیح مسلم مذکورہ بالا احادیث مبارکہ مع ترجمہ کے بعد مزید لکھتے ہیں:

ذکر بالجہر: ''حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۱۶ میں بھی ہے اور یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز کے بعد ذکر بالجہر طریق معروف تھا حالانکہ اس وقت بھی نماز میں مسبوقین ہوتے تھے اس حدیث کی ناسخ کوئی حدیث نہیں ہے۔تاہم نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے آواز توسط اور اعتدال سے نہیں بڑھنی چاہیئے تاکہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وفیه دلیل علی جواز الجهر بالذکر عقب الصلوٰة

اس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

استدل به بعض السلف علی استحباب دفع الصوت بالتکبیر والذکر عقیب المکتوبة

یعنی اس حدیث سے بعض متقدمین نے جماعت کے بعد بآواز بلند تکبیر کہنے اور ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔

---

1 غلام رسول سعیدی، علامہ: شرح صحیح مسلم جلد ثانی، ص ۱۸۱

علامہ شامی فرماتے ہیں:

اجمع العلماء سلفًا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الاان یشوش جهرهم علی نائم او مصل اوقادی۔

یعنی تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مساجد وغیرہ میں مستحب ہے الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند قرأت یا نماز میں خلل ہو۔

مصنف شرح صحیح مسلم کی پہلی دلیل

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وفیه دلیل علی جواز الجهر بالذکر عقب الصلوة

اس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے[1]

بندۂ مؤلف کی وضاحت: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پوری عبارت مع ترجمہ جو اس حدیث کے تحت فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

نوٹ: فتح الباری شرح صحیح البخاری کی جتنی عبارت پر لکیر لگائی گئی ہے۔ نماز کے بعد آواز بلند ذکر کے جواز پر دلیل ہے۔ اس لئے وہی عبارت دلیل کے طور پر پیش کی گئی باقی عبارت چھوڑ دی گئی ہے۔

وفیه دلیل علی جواز الجهر بالذکر عقب الصلوة

---

[1] غلام رسول سعیدی علامہ: شرح صحیح مسلم، جلد ثانی، ص ۱۸۱

قال وفی السیاق اشعار بان الصحابة لم یکونوا
یرفعون اصواتهم بالذکر فی الوقت الذی قال فیه
ابن عباس ماقال (قلت) فی التقیید بالصحابة
نظر بل لم یکن حینئذٍ منَ الصحابة الا القلیل
وقال النووی حمل الشافعی هذالحدیث علی انهم
جهروا به وقتا یسیرا لاجل تعلیم صفة الذکر لا
انهم داوموا علی الجهر به والمختار ان الامام
والماموم یخفیان الذکر الان احتیج الی التعلیم۔[1]

ترجمہ: اوراس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے' فرمایااور سیاق عبارت میں اخبار ہے کہ جس وقت حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنھما نے یہ فرمایا اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین بلند آواز سے ذکر نہیں فرماتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کیساتھ مقید کرنے میں نظر ہے۔ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین میں سے اس وقت تھوڑے ہی تھے اور حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کو اس بات پر محمول فرمایا کہ صحابہ کرام نے ذکر کے طریقہ کی تعلیم کے واسطے تھوڑا وقت بلند آواز سے ذکر فرمایا۔ یہ نہیں کہ انہوں نے ذکر بالجہر پر دوام فرمایا اور مختار یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ذکر خفی کریں مگر جس

[1] ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی' امام: فتح الباری شرح صحیح بخاری' جلد ثانی' ص ۲۵۹

وقت تعلیم کی ضرورت ہو۔

مصنف : شرح صحیح مسلم کی دوسری دلیل

''حضرت علامہ عینی فرماتے ہیں'

استدل به بعض السلف على استحباب رفع

الصوت بالتكبير والذكر عقيب المكتوبة ۔

ترجمہ۔ اس حدیث سے بعض متقدمین نے نماز کے بعد بآواز بلند تکبیر کہنے اور ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔[1]'

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت:

حضرت علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پوری عبارت مع ترجمہ جو اس حدیث کے تحت اس موضوع کے متعلق عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں مذکور ہے' ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کی جتنی عبارت پر لکیر لگائی گئی ہے۔ وہی عبارت نماز کے بعد بآواز بلند ذکر کے استحباب پر دلیل ہے۔ اسلئے وہی عبارت دلیل کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ باقی عبارت چھوڑ دی گئی ہے۔

استدل به بعض السلف على استحباب رفع

الصوت بالتكبير والذكر عقيب المكتوبة وممن

---

[1] غلام رسول سعیدی' علامہ: شرح صحیح مسلم' جلد ثانی' ص ۱۸۲

استحبه من المتاخرين ابن حزم وقال ابن بطال اصحاب المذاهب المتبعة وغيرهم متفقون على عدم استحباب رفع الصوت بالتكبير والذكر حاشا ابن حزم وحمل الشافعى هذا الحديث على انه جهر ليعلمهم صفة الذكر لا انه كان دائما قال واختار للامام والماموم ان يذكر الله بعد الفراغ من الصلوة ويخفيان ذالك الا ان يقصد ا التعليم فيعلما ثم يسرا۔ وقال ابن بطال قول ابن عباس كان على عهد النبى صلى الله عليه وسلم فيه دلالة انه لم يكن يفعل حين حدث به لانه لوكان يفعل لم يكن لقوله معنى فكان التكبير فى اثر الصلوات لم يواظب الرسول عليه الصلوة والسلام عليه طول حياته وفهم اصحابه ان ذالك ليس بلازم فتركوه خشية ان يظن انه مما لاتتم الصلوٰة الا به فذالك كرهه من كرهه من الفقهاء وفيه دلالة ان ابن عباس كان يصلى فى اخريات الصفوف لكونه صغيرا (قلت) قوله اذاانصرفوا ظاهره انه لم يكن يحضر الصلوٰة بالجماعة فى بعض الاوقات لصغره۔[1]

---

[1] يحيى بن شرف النووی شرح صحیح مسلم جلد اول ص ۲۱۷

ترجمہ: بعض متقدمین نے اس حدیث سے فرض نماز کے بعد تکبیر اور ذکر کے بلند آواز سے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اور متاخرین میں سے ابن حزم اس کے مستحب ہونے کا قائل ہے۔ اور الشیخ الامام ابوالحسن ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ ابن حزم کے علاوہ اصحاب مذاہب' متبعہ یعنی اہل سنت و جماعت کے چاروں ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین اور ان کے غیر تکبیر اور ذکر کے بلند آواز سے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔ اور حضرت سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو اس بات پر محمول فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذکر کے طریقہ کی تعلیم کیلئے جہر فرمایا آپ کا جہر فرمانا دائمی نہیں تھا۔ فرمایا امام اور مقتدی کیلئے مختار یہ ہے کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اس کو مخفی کریں مگر یہ کہ تعلیم مقصود ہو تو تعلیم دیں پھر مخفی کریں اور الشیخ الامام ابوالحسن ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان (کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ جس وقت آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی اس وقت آپ نماز کے بعد ذکر بالجہر نہیں فرماتے تھے اسلیئے کہ اگر اس وقت نماز کے بعد ذکر بالجہر فرماتے ہوتے تو آپ کے اس فرمان کا کوئی معنی نہیں۔ پس نمازوں کے بعد تکبیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام زندگی مواظبت نہیں فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھا کہ یہ لازم نہیں پس انہوں نے اس کو اس خوف سے چھوڑ دیا کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کے بغیر نماز پوری نہیں ہوتی' پس یہی وجہ ہے کہ فقہاء میں

سے جس نے مکروہ قرار دیا اس وجہ سے قرار دیا۔ اور اس میں دلالت ہے کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بچہ ہونے کی وجہ سے آخری صفوں میں نماز پڑھتے تھے ۔ میں کہتا ہوں ان کے فرمان اذا انصرفوا کا ظاہر یہ ہے کہ آپ بچہ ہونے کیوجہ سے بعض اوقات نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی پوری عبارت معہ ترجمہ جو اس حدیث کے تحت شرح الکامل للنووی شرح صحیح مسلم: میں مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں

نوٹ : جتنی عبارت پر لکیر لگائی گئی ہے۔ نماز کے بعد آواز بلند ذکر کے استحباب پر دلیل ہے۔ اسلئے وہی عبارت دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔ باقی عبارت چھوڑ دی جاتی ہے۔

باب الذكر بعد الصلوة فيه حديث ابن عباس رضی الله عنهما قال كنا نعرف انقضاء صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير وفی رواية ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبی صلی الله عليه وسلم وانه قال ابن عباس رضی الله عنهما كنت اعلم اذا انصرفوا بذالك اذا سمعته هذا دليل لما قاله بعض السلف انه يستحب رفع الصوت بالتكبير والذكر عقب المكتوبة وممن استحبه من المتاخيرن ابن حزم الظاهری ونقل ابن بطال وآخرون ان اصحاب المذاهب

المتبوعة وغيرهم متفقون على عدم استحباب رفع الصوت بالذكر والتكبير وحمل الشافعي رحمه الله تعالى هذا الحديث على انه جهر وقتا يسيرا حتى يعلمهم صفة الذكر لا انهم جهروا دائما قال فاختار للامام والماموم يذكرا الله تعالى بعد الفراغ من الصلوة ويخفيان ذالك الا ان يكون اماما يريد ان يتعلم منه فيجهر حتى يعلم انه قد تعلم منه ثم يسر وحمل الحديث على هذا وقوله كنت اعلم اذا انصر فوا ظاهره انه لم يكن يحضر الصلوة فی الجماعة فی بعض الاوقات لِصغره [1]

ترجمہ: نماز کے بعد ذکر کا باب اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ آپ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے پورا ہونے کو تکبیر کے ساتھ پہچانتے تھے اور ایک روایت میں ہے بلند آواز سے ذکر جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہوتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا۔ اور حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب میں ذکر کی آواز سنتا تو جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ یہ دلیل ہے بعض متقدمین کی جنہوں نے کہا کہ فرض نماز کے بعد تکبیر اور ذکر بلند آواز سے مستحب ہے۔ اور متاخرین میں سے جس نے اس کو مستحب قرار دیا وہ ابن حزم الظاہری (غیر مقلد) ہے۔

---

[1] یحییٰ بن شرف النووی، امام: شرح الکامل، شرح صحیح مسلم جلد اول، ص ۲۱۷

الشیخ الامام ابوالحسن، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسروں نے نقل فرمایا کہ بیشک اصحاب مذاہب متبوعہ (یعنی ائمہ اربعہ اوران کے مقلدین) رحمہم اللہ تعالیٰ اوران کے علاوہ سب ذکراور تکبیر کے بلند آواز سے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔اور حضرت سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کواس پر محمول فرمایا۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا وقت جہر فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو ذکر کے طریقہ کی تعلیم فرمائیں۔یہ نہیں کہ انہوں نے ہمیشہ جہر فرمایا۔فرمایا کہ امام اور مقدی کیلئے مختار یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کا ذکر کریں اوراس کومخفی کریں مگر یہ کہ امام ارادہ کرے کہ اس سے ذکر کا طریقہ سیکھ لیں تو جہر کرے یہاں تک کہ امام جان لے کہ یہ ذکر کا طریقہ سیکھ گئے ہیں پھرمخفی کرے اور حضرت سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کواس پر محمول فرمایا ہے اور حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مبارک کہ :

کنت اعلم اذا انصرفوا

اس کا ظاہر یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہما بچہ ہونے کیوجہ سے بعض اوقات نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔

خلاصہ : فرض نماز کے بعد تکبیر و ذکر کے بلند آواز کے استحباب یعنی مستحب ہونے کے قائل بعض متقدمین ہیں، اور متاخرین میں سے صرف ابن حزم غیر مقلد، اور اصحاب مذاہب متبعہ یعنی الائمۃ الاربعۃ اوران کے مقلدین اوران کے علاوہ سب رحمہم اللہ تعالیٰ، اسکے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔

اور حضرت سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو اس پر محمول فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقہ ذکر کی تعلیم کیلئے جہر فرمایا یہ جہر دائمی نہیں تھا۔ اور فرمایا کہ امام ومقتدی کیلئے مختار ہے کہ وہ نماز سے فراغت کے بعد اللہ کا ذکر مخفی کریں، اور حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کہ ذکر بالجہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس وقت آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی اس وقت آپ ذکر بالجہر نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اگر اس وقت کرتے ہوتے تو آپ کے اس فرمان کا کوئی معنیٰ نہیں، حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کے بعد تکبیر پر اپنی تمام زندگی مواظبت نہیں فرمائی۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ حدیث مبارکہ کے تحت حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات شرح مشکوٰۃ اور اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رضی الله عنهما (عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كنت اعرف انقضاء صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير[1] (متفق عليه) اختلفوا فی بيان المراد به فقيل

---

[1] ولی الدین محمد، امام: مشکوۃ المصابیح، ص ۸۸

المراد به الذكر بعد الصلوة وفى الصحيحين عن
ابن عباس رضى الله عنهما ان رفع الصوت
بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان
على عهد النبى صلى الله عليه وسلم وقال ابن
عباس رضى الله عنهما كنت اعلم اذا انصرفوا
بذالك اذا سمعته ثم ذكر البخارى هذا الحديث
الذى اورده المؤلف فدل على ان المراد بالتكبير
مطلق الذكر وقيل التكبيرات التى فى الصلوة عند
كل خفض و رفع والمراد اعرف انقضاء كل هيئة
يتحول منها الى اخرى قاله الطيبى وقيل التكبير
الذى ورد مع التسبيح والتحميد كبر ثلاثا و
ثلثين او عشرا وقيل كانوا يقولون الله اكبر مرة
او ثلاثا بعد الصلوة وقال عياض ان ابن عباس
رضى الله عنهما كان لم يحضر الجماعة لانه كان
صغيرا ممن لا يواظب على ذالك وكان يعرف
انقضاء الصلوة بما ذكر وقيل يحتمل ان يكون
حاضراً فى اواخر الصفوف وكان لا يعرف
انقضاء هابا لتسليم والله اعلم وقيل كان ذالك فى
ايام التشريق بمنى وهذا اوفق بمذهب ابى حنيفة

فی کراھیتھم الجھر فی ماعدا ماورد ولھذا لا یوجبون قضاء تکبیرات العید والتشریق۔[1]

۱۔ گفت ابن عباس کہ بودم من کہ می شناختم تمام شدن نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رابتکبیر واختلاف کردہ اند شراح در بیان مراد بتکبیر بعض گفتہ اند کہ مراد بتکبیر ایں جاذکر است چنانکہ در صحیحین از ابن عباس آمدہ است کہ رفع صوت بذکر وقت انصراف مردم از نماز فرض در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہود بود وگفت ابن عباس می شناختم من انقضاء صلوۃ رابداں پستر آوردہ است بخاری ایں حدیث راپس معلوم شد کہ مراد بتکبیر مطلق ذکر است وبعض گفتہ اند کہ مراد تکبیر است کہ در تسبیح وتحمید وتکبیر کہ بعد از نماز دہ دہ بار یاسی وسہ بار می گویند واقع است وبعض می گویند کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از نماز تکبیر می گفتند یکبار یاسہ بار وبعض می گویند کہ ایں در ایام منی بود کہ تکبیرات تشریق می گفتند وطیبی گفتہ است کہ مراد تکبیراتے است کہ در نماز نزد سر بر آوردن وفرو بردن در رکوع وسجود می گویند ومراد آنست کہ من می شناختم انقضاء ہر ھیئت راکہ انتقال می کرداز وے بدگیرے بتکبیر بایں وجہ بعید است از عبارت وبرہر تقدیر مشکل می شود کہ ایں قول ابن عباس چہ معنی دارد مگر وے رضی اللہ عنھما حاضر نمی شد در نماز قاضی عیاض گفتہ است کہ وے صغیر بود شاید کہ در حضور بجماعت مواظبت نمی نمود واحتمال دراد کہ حاضر میشد ودر آخر صفوف می ایستادہ پس نمی شناخت انقضائے نماز رابہ تسلیم واللہ اعلم۔[2]

۱۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ الاسلام لمعات شرح مشکوۃ جلد ثالث، ص ۲۱۰

۲۔ عبدالحق محدث دہلوی شیخ الاسلام اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۱۸

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے پورا ہونے کو تکبیر کے ساتھ پہچانتا تھا اور شارحین حدیث نے تکبیر کی مراد کے بیان میں اختلاف کیا ہے، بعض نے کہا ہے کہ تکبیر سے مراد اس جگہ ذکر ہے جس طرح کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلند آواز سے ذکر لوگوں کے فرض نماز سے فارغ ہونے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں معہود تھا اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نماز کے ختم ہونے کو اس کے ساتھ پہچانتا تھا پھر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو لائے ہیں تو معلوم ہوا کہ تکبیر سے مطلق ذکر مراد ہے۔

بعض نے کہا اس سے مراد وہ تکبیرات صلوٰۃ ہیں جو رکوع اور سجدہ میں جانے اور سجدے سے سر اٹھانے کے وقت کہی جاتی ہیں، اس قول کے مطابق سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی مراد یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ھیئت صلوٰۃ کا پورا ہونے اور ایک ھیئت سے دوسری ھیئت کی طرف منتقل ہونے کو تکبیر کے ذریعے پہچانتا تھا۔ یہ وجہ عبارۃ سے بعید ہے۔ اور ہر تقدیر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول مبارک کا معنی متعین کرنے میں مشکل درپیش ہے۔ بعض کہتے ہیں تکبیر سے تسبیح وتحمید کے ساتھ تینتیس یا دس مرتبہ اللہ اکبر کہنا مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نمازی نماز کے بعد ایک مرتبہ یا تین مرتبہ اللہ اکبر کہا کرتے تھے حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

جماعت میں شامل نہ ہوتے تھے کیونکہ صغیر (بچہ) ہونے کے باعث انکے لیے جماعت کی مواظبت ضروری نہ تھی اور بعض نے کہا احتمال ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حاضر تو ہوتے ہوں مگر جماعت کی آخری صفوں میں کھڑے ہوتے ہوں اور نماز کے پورا ہونے کو سلام کے ساتھ نہ پہچانتے ہوں۔ اور بعض کہتے ہیں اس تکبیر سے منیٰ میں ایام تشریق کی تکبیریں مراد ہیں اور یہ قول حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی عنہ کے مذہب کے ساتھ زیادہ موافق ہے کیونکہ وہ ذکر بالجھر کو مکروہ سمجھتے ہیں سوائے ان مقامات کے جہاں جہر وارد ہوا یعنی جہر کا حکم شرع وارد ہوا۔ اس لیے ان کے نزدیک عید اور تشریق کی تکبیرات کی قضاء واجب نہیں۔

نوٹ: شارحین حدیث کے بیان کردہ مذکورہ بالا احتمالات بیان فرمانے کے بعد عارف باللہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وبر ہر تقدیر مشکل میشود کہ ایں قول ابن عباس چہ معنی دارد۔ اور ہر تقدیر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول مبارک کا معنی متعین کرنے میں مشکل درپیش ہے کہ آپ رضی اللہ عنہما اس سے کیا معنی مراد لیتے ہیں۔

بعض علماء شدت جہر ثابت کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو صغر سنی کی وجہ سے جماعت میں شامل نہ ہوتے تھے جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر تکبیر فرماتے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے

گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر کی آواز سن لیتے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد جہر شدید (بہت بلند آواز سے تکبیر) فرماتے تھے۔

وضاحت: توجب محدثین وشارحین حدیث کے بیان کردہ احتمالات سے بقول شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ کسی محتمل معنی کا متعین کرنا مشکل ہے تو ایک بے بنیاد احتمال جس پر کوئی دلیل قائم نہیں اور جس کو کسی شارح حدیث نے بھی بیان نہیں کیا۔ (کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے گھر میں ذکر کی آواز سُن کر لوگوں کا نماز سے فارغ ہونا جان لیتے تھے) کیسے متعین وثابت ہو سکتا ہے۔؟

ایک بے اصل روایت کی
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت

مندرجہ ذیل روایت مسلسل کتابوں، رسائل اور اشتہارات میں شائع ہو رہی ہے قصداً تو نہیں سہواً یا بے توجہی کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس کی طرف توجہ فرمائی جائے۔

۱۔ یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بوجہ صغر سنی کے بعض جماعت نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد مسلمان اس قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔

۲۔ "یعنی میں زمانہ نبوی میں بہت کم عمر تھا اسلیئے کبھی کبھی جماعت میں

حاضر نہ ہوتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نماز کے بعد اتنی بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے کہ گھروں میں آواز پہنچ جاتی تھی اور ہم پہچان لیا کرتے تھے کہ نماز ختم ہوگئی۔''

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بچپن کی وجہ سے چونکہ گھر میں ہوتے تھے اس لیے ذکر پاک کی آواز اپنے گھر میں سن لیتے تھے اور معلوم کر لیتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔''

حالانکہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنے گھر میں تکبیر و ذکر کی آواز سننا احادیث مبارکہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں بلکہ ان احتمالات سے بھی نہیں جو شارحین حدیث ومحدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ عینی، نووی اور اشعۃ اللمعات، لمعات، مرقاۃ کی مذکورہ بالا عبارتوں میں ملاحظہ فرمائیں: چہ جائے کہ حضور سید عالم نور مجسم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ترجمان القرآن سید المفسرین، بحر العلم، حبر الامہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف یہ بے اصل روایت منسوب کرنا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کے بعد مسلمان اس قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔ کہ میں زمانہ نبوی میں بہت کم عمر تھا اس لئے کبھی کبھی جماعت میں حاضر نہ ہوتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نماز کے بعد اتنی بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے کہ گھروں میں آواز پہنچ جاتی تھی اور ہم پہچان لیا کرتے تھے کہ نماز ختم ہوگئی۔ قارئین کرام انصاف فرمائیں۔ کہ ایک بے بنیاد احتمال کو قول صحابی قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور کیا یہ معمولی جرم ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث مبارکہ بخاری جلد اول صفحہ 116 مسلم شریف جلد اول ص 217 پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث کے تحت متعدد احتمالات بیان فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

وقال ابن حجر هو بمعنى رواية الصحيحين ايضاً انه قال انه رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فاراد بالتكبيرفى الاول مطلق الذكر وحمل الشافعى جهره على هذا انه كان لاجل تعلم المأمومين لقوله تعالى ولا تجهر بصلاتك الاية نزلت فى الدعآء كما فى الصحيحين واستدل البيهقى وغيره لطلب الاسرار بخبر الصحيحين انه عليه السلام امرهم بترك ماكانوا عليه فى رفع الصوت بالتهليل والتكبير وقال انكم لا تدعون الصم ولا غائباانه معكم انه سميع قريبo ويسن الاسرار فى سائر الاذكار ايضا الا فى التلبية والقنوت للامام والتكبير ليلتى العيد وعند روية الانعام فى عشر ذى الحجة وبين كل سورتين من الضحىٰ الى آخر القرآن وذكر السوق الوارد وعند صعود

الهضبات والنزول من الشرفات[1]

ترجمہ: اور حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بھی صحیحین کی راویت کے معنی میں ہے کہ بیشک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بلند آواز سے ذکر جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا، تو آپ رضی اللہ نے اول میں تکبیر سے مطلق ذکر مراد لیا۔

اور حضرت سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کے بعد اس ذکر بالجہر کو اس پر محمول فرمایا کہ یہ ذکر بالجہر مقتدیوں کو سکھانے کیلئے تھا۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے

ولا تجهر بصلاتك الاية

یہ آیت دعا میں نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

اور بیہقی وغیرہ نے طلب الاسرار کے واسطے صحیحین کی اس حدیث سے استدلال فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کے چھوڑنے کا حکم فرمایا جس پر وہ تھے یعنی تہلیل وتکبیر کے بآواز بلند کہنے سے اور فرمایا کہ بیشک تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے بیشک وہ تمہارے ساتھ ہے بیشک وہ سننے والا قریب ہے۔ اور باقی اذکار میں بھی اخفا سنت ہے مگر تلبیہ اور امام کی قنوت اور عید کی دونوں راتوں کی تکبیریں اور قربانی کے چوپایوں کے دیکھنے

---

[1] علی بن سلطان قاری، ملا علامہ: مرقات المصابیح شرح مشکوۃ، جلد ثانی ص ۳۵۷

کے وقت عشرہ ذی الحجہ میں اور ہر دو سورتوں کے درمیان الضحٰی سے آخر قرآن تک اور بازار کا وارد ذکر اور پستیوں سے چڑھنے اور بلندیوں سے نزول کے وقت۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث مبارکہ

عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما

قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم من صلوته يقول بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قديرo لا حول ولا قوة الا بالله لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الاالله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون۔[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام فرماتے بلند آواز سے مذکورہ بالا کلمات لا اله الا الله وحده لاشريك له الخ پڑھتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کے تحت حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ اشعہ اللمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

ایں حدیث صریح است در جہر بذکر کہ آں حضرت بآواز بلند میخواند اما بعض علماء گفتہ

---

[1] ولی الدین محمد، امام: مشکوۃ المصابیح، ص ۸۸، صحیح مسلم جلد اول، ص ۲۱۸

اند کہ بلند خواندن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے تعلیم اصحاب بود۔ ونووی در مھذب گفتہ کہ افضل اخفا است دریں دعا وجز آن خواہ امام بود یا منفرد مگر آنکہ حاجت بود تعلیم آں وھم بریں حمل کردہ شدہ است جھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بآن وبعد ازان کہ محفوظ گشت اخفا افضل است وحق آنست کہ اوقات مختلف است گاہے ذوق وحضور در اخفا دست دہد گاہے در جھر شوق وگرمی افزاید وجھر بذکر مشروع است بلاشبہ۔[1]

یہ حدیث ذکر بالجہر میں صریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باآواز بلند پڑھتے تھے تاہم بعض علماء نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا باآواز بلند پڑھنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی تعلیم کیلئے تھا۔ اور حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مھذب میں فرمایا کہ اس دعا اور دیگر دعاؤں میں اخفا افضل ہے پڑھنے والا خواہ امام ہو یا اکیلا نماز پڑھنے والا مگر اس وقت بلند آواز سے پڑھے جب اسکی تعلیم کی ضرورت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہر یعنی باآواز بلند پڑھنے کو اس پر محمول کیا گیا ہے اور لوگوں کو یاد ہو جانے کے بعد اسکو مخفی پڑھنا افضل ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اوقات مختلف ہوتے ہیں کبھی اخفا میں ذوق وحضور نصیب ہوتا ہے کبھی جہر میں شوق اور گرمی بڑھتی ہے۔ اور ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع ہے۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی روایت کردہ مذکورہ بالا حدیث مبارک کے تحت حضرت ملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

تعلیما لمن حضر معه من الملاء۔[2]

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ الاسلام: اشعۃ اللمعات جلد اول، ص ۴۱۹

[2] ملا علی قاری، امام: مرقات شرح مشکوۃ جلد ثانی، ص ۳۵۸

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نماز سے سلام فرماتے وقت ان کلمات مبارکہ کا پڑھنا اپنے ساتھ جماعت میں حاضر ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنھم کو تعلیم کے لئے تھا۔

ایک اہم بات کی نشاندہی

بندۂ مؤلف کا مقصد ذکر بالجہر کے استحباب اور عدم استحباب کی بحث نہیں۔ مقصد تو صرف ایک فقہی مسئلہ کی وضاحت ہے کہ نمازی کے پاس آواز ذکر جائز ہے یا منع ہے۔ علماء کرام کی توجہ دلانے اور عوام اہلسنت کے علم میں لانے کیلئے ایک اہم بات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ صحیح بخاری و مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث

ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم[1]

کے تحت ہمارے موجودہ دور کے علماء نے اپنی کتابوں میں عینی ونووی سے فرض نماز کے بعد تکبیر وذکر کے بلند آواز کے استحباب پر بعض متقدمین کا استدلال نقل فرمایا۔ اور یہ نقل نہیں فرمایا جو اس استدلال کے متصلاً بعد ان ہی عینی ونووی میں مذکور ہے۔ کہ متاخرین میں سے صرف ابن حزم ظاہری (غیر مقلد) اس کے استحباب کا قائل ہے۔ اور ہمارے چاروں ائمہ کرام حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت سیدنا امام شافعی، حضرت سیدنا امام مالک، حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ تعالیٰ اور

---

[1] مسلم بن حجاج، امام صحیح مسلم، جلد اوّل، ص ۲۱۷

ان کے مقلدین اور ان کے علاوہ سب نماز کے بعد تکبیر و ذکر باآواز بلند کے عدم استحباب پر متفق ہیں۔ حالانکہ اتباع و پیروی تو ہمیں الائمۃ الکرام رحمھم اللہ تعالیٰ کی کرنی ہے بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد کی نہیں۔

بعض علماء کرام ضرور فرمائیں گے کہ بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد نماز کے بعد باآواز بلند ذکر کو مستحب قرار دیتے ہیں اور باقی حضرات حتیٰ کہ ائمہ اربعہ اس کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں سوال یہ ہے کہ کسی نے اسے حرام قرار دیا ہے یا اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے؟

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

واقعی ائمہ اربعہ وغیرہم کے نزدیک نماز کے بعد باآواز ذکر حرام نہیں جائز ہے۔ اور بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد کے نزدیک مستحب ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مستحب، جائز غیر مستحب سے بہتر ہے۔ کیونکہ جائز وہ ہے جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو اور مستحب وہ ہے جس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں[1]۔ اور چونکہ ہمارے موجودہ دور کے علماء نے فرض نماز کے بعد باآواز ذکر کے مستحب ہونے پر بعض متقدمین کا استدلال نقل کیا ہے اور باقی حضرات اور آئمہ اربعہ رحمھم اللہ تعالیٰ کا غیر مستحب ہونے پر اتفاق نقل نہیں کیا تو لوگ فرض نماز کے بعد باآواز ذکر کو مستحب جان کر اس پر عمل کریں گے حالانکہ یہ مستحب نہیں۔ تو انہوں نے حضرات آئمہ اربعہ رحمھم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد کی پیروی کی۔

---

[1] بہار شریعت حصہ دوم

حضور سید عالم ﷺ نے اگر نماز کے بعد ہمیشہ ذکر بالجہر فرمایا ہوتا تو نماز کے بعد ذکر بالجہر سنت مؤکدہ ہوتا

فتح الباری شرح صحیح بخاری للعلامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للشیخ الامام بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ اور نووی شرح صحیح مسلم للعلامہ الامام النووی رحمہ اللہ تعالیٰ اور اشعۃ اللمعات للشیخ المحقق الشاہ عبدالحق محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مرقات شرح مشکوٰۃ للملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا عبارات آپ نے پڑھیں۔ جن میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز واستحباب پر بعض متقدمین کا استدلال نقل کیا گیا ہے اور ان عبارات میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد تھوڑا وقت ذکر بالجھر فرمایا اور وہ بھی ذکر کے طریقے کی تعلیم فرمانے کیلیۓ اسپر دوام نہیں فرمایا اور یہی بات صحیح اور حق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ہمیشہ ذکر بالجھر فرمایا ہوتا تو نماز کے بعد ذکر بالجھر سنت موکدہ ہوتا اور ہماری فقہ کی کتابوں میں اسکا سنت موکدہ ہونا مذکور ہوتا حالانکہ متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے اس کے سنت موکدہ ہونے کا قول نہیں فرمایا۔ مستحب ہونے کے قائلین بھی بعض متقدمین ہیں اور متاخرین میں سے صرف ابن حزم غیر مقلد۔ اور الائمۃ الاربعۃ اور انکے مقلدین اور انکے علاوہ سب اس کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔ یعنی انکے نزدیک سنت ہونا تو درکنار مستحب بھی نہیں۔

سنت موکدہ کی تعریف:

حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

وبلا منع الترك ان كان مما واظب عليه الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اوالخلفاء الراشدون من بعده فسنة۔[1]

ترجمہ: اور ترک کے منع کے بغیر اگر اس فعل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم نے مواظبت فرمائی ہو تو وہ سنت ہے۔

صدرالشریعہ حضرت مولٰینا امجد علی صاحب اعظمی لکھتے ہیں:

سنت مؤکدہ وہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو۔ البتہ بیان جواز کے واسطے کبھی ترک بھی فرمایا ہو اس کا ترک اساءت اور کرنا ثواب اور نادراً ترک پر عتاب اور اس کی عادت پر استحقا ق عذاب۔[2]

شروحات حدیث جن سے نماز کے بعد ذکر بالجہر کے مستحب ہونے کا استدلال نقل کیا جاتا ہے۔ فتح الباری، عینی، نووی، اشعۃ اللمعات، مرقات کی پوری عبارات قارئین نے پڑھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ذکر بالجہر پر دوام نہیں فرمایا۔ وقت یسیر (تھوڑا وقت) اور وہ بھی تعلیم کیلئے فرمایا۔ جیسے بیان ہو چکا۔

---

[1] محمد امین المعروف ابن عابدین، امام: ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد اوّل، ص ۷۰

[2] محمد امجد علی اعظمی، صدرالشریعہ: بہار شریعت حصہ دوم، ص ٦

اگر نماز کے متصلاً بعد ذکر بالجہر سنت مؤکدہ ہوتا تو تمام سلاسل کے بزرگ اس پر عمل کرتے

اور اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے متصلاً بعد ہمیشہ ذکر بالجہر فرمایا ہوتا تو نماز کے متصلاً بعد ذکر بالجہر سنت مؤکدہ ہوتا۔ اور اگر سنت موکدہ ہوتا تو تمام سلاسل کے بزرگ اس پر عمل کرتے۔ نقشبندی بزرگ اس پر عمل کیوں نہ کرتے۔ کیونکہ حضرات مشائخ کرام، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگ ہوں یا سلسلہ عالیہ قادریہ کے بزرگ یا سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگ یا سلسلہ عالیہ سہروردیہ وغیرھم رحمہم اللہ تعالیٰ کے بزرگ تو مستحب پر بھی عمل نہیں چھوڑتے سنت مؤکدہ پر عمل کیسے چھوڑ دیں گے۔

میرے مربی ومحسن آقائے نعمت سیدی ومرشدی قطب زماں حضرت قبلہ ثانی صاحب قدس سرہ، برادر حقیقی غوث زماں حضرت اعلیٰ شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے سالانہ ختم مبارک کے موقع پر جو ہر سال ۱۷۔۱۸ اکتوبر کو شرقپور شریف میں منعقد ہوتا ہے۔ مدرسہ دارالمبلغین حضرت میاں صاحب سے فارغ ہونے والے طلباء کی دستار بندی کے دوران مولانا منصب علی صاحب نے جو مدرسہ مذکورہ بالا کے استاد ہیں کلمہ طیبہ کا ورد کروانا شروع کر دیا میں نے مخدوم ومحترم فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری مدظلہ العالی کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ ذکر بالجہر ہمارے سلسلہ کے طریق کے خلاف ہے۔ شرعاً ناجائز ہونے کی وجہ سے نہیں شرعاً تو

جائز ہے مگر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے طریق پر نہیں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے نہ انکار میکنم نہ ایں کار میکنم ۔ چونکہ آستانہ عالیہ شرقپور شریف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا مرکز ہے۔ کئی آستانے اس آستانے سے متعلق ہیں یہاں ہر کام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے طریق پر ہونا چاہیے حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ نے کلمہ طیبہ کا ورد کروادیا اور فرمایا کہ تعلیم و تلقین کیلئے اجازت ہے یعنی تعلیم کیلئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے طریق کے بھی خلاف نہیں اور منجملہ آداب کہ ہر بزرگ کے آستانہ مبارکہ پر اس بزرگ کے طریقے کے مطابق ہی عمل ہونا چاہیئے تاکہ حاضرین کو بغیر بتانے کے اس عمل ہی سے ان بزرگوں کا طریقہ معلوم ہو جائے اور یہ عمل ان کے لیے سبق و درس ہو جائے اور بزرگان دین کے اعراس مبارکہ کے انعقاد اور ان کے آستانہ ہائے مبارکہ پر اجتماعات کا بڑا مقصد حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے بقول یہی ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی تعلیم سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے اگر کسی بزرگ کے آستانہ پر شریعت مطہرہ کے خلاف عمل ہو تو اس کی پیروی نہ کی جائے۔ عرض کیا ہے کہ ہر بزرگ کے آستانہ مبارکہ پر اس بزرگ کے طریقہ کے مطابق عمل ہونا چاہیے۔ اسلیے کہ بزرگ ہوتا ہی وہی ہے جو پابند شریعت ہو یعنی شریعت کے مطابق عمل کرے شریعت مطہرہ کے خلاف عمل کرنیوالا ولی اللہ اور بزرگ نہیں ہوسکتا۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(بوستانِ سعدی)

جس شخص نے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزلِ مقصود کو نہ پہنچے گا بندے کا مقصود خدا تعالیٰ تک رسائی اور خدا تعالیٰ تک پہنچنا ہے اور خدارسیدہ اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے والا ہی ولی اللہ اور بزرگ ہوتا ہے۔

فتح الباری، عینی، نووی، اشعۃ اللمعات اور مرقاۃ کی عبارات قارئین نے پڑھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے فوراً بعد ذکر بالجہر پر دوام نہیں فرمایا اگر بالفرض کسی حدیث کے ظاہر سے حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے متصلا بعد ہمیشہ ذکر بالجہر فرمانا معلوم ہوتا ہو جیسا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنھم کی روایت کردہ احادیث مبارکہ سے بعض نے سمجھا اور استدلال کیا تو چونکہ ہم مجتھد نہیں ہیں کہ خود احادیث مبارکہ سے مسائل کا استنباط و استدلال کریں۔ احادیث مبارکہ کے مواقع ومحامل فقہاء کرام بیان فرماتے ہیں۔ اور فقہاء کرام نے فرمایا ہے جب باآواز پڑھنے سے کسی سوتے یا نمازی یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ تو باآواز پڑھنا منع ہے تو ہمیں ان کے فرمان کے مطابق عمل کرنا چاہیئے مزید وضاحت کے لئے حدیثین مبارکین ملاحظہ فرمائیں:

وعن عائشة قالت كان النبی صلی ا لله عليه
وسلم يذكر الله علی كل احيانه[1]

ترجمہ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ۔

گفت عائشہ بود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ذکر میکرد خدا را و می برد نام او را بر ہمہ اوقات خود چہ در حالت حدث و جنابت و چہ غیر آں الآ قرآن کہ در حالت

---

[1] ولی الدین محمد، امام: مشکوۃ المصابیح، ص ۴۹

جنابت نمی خواند۔ الخ[1]۔ یعنی حضور صلی علیہ علیہ وسلم اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ اور اسکا نام لیتے تھے خواہ بے وضوگی اور جنابت کی حالت ہو یا اُس کے علاوہ مگر قرآن کریم جنابت کی حالت میں نہیں پڑھتے تھے۔'' اس حدیث مبارکہ کے عموم الفاظ کے لحاظ سے ہر ذکر، ہر حالت میں جائز ہونا چاہئے مگر احادیث مبارکہ کی تشریح۔ اور ان کے مواقع اور محامل فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہاں ذکر سے مراد کون سا ذکر ہے؟ قرآن یا اس کے علاوہ تسبیح وتحمید وتکبیر وتہلیل وغیرھم کیونکہ قرآن کریم بھی ذکر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عالی ہے:

وھذا ذکر مبارک انزلنہ[2]

اور یہ ہے ذکر برکت والا کہ ہم نے اتارا

اور فرمایا:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ○[3]

بیشک ہم نے اتارا ہے یہ ذکر (قرآن) اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں (محافظ)

اور فرمایا:

وقالوا یایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون ○[4]

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ الاسلام: اشعۃ اللمعات جلد اول، ص ۲۳۷

[2] القرآن، سورۃ الانبیاء، آیت: ۵۰

[3] القرآن، سورۃ الحجر، آیت: ۹۵

[4] القرآن، سورۃ الحجر، آیت: ۵

اور بولے اے وہ جس پر ذکر (قرآن) اتارا گیا بیشک تم مجنون ہو۔

اور تسبیح وتحمید وتکبیر وتہلیل وغیرھم بھی ذکر اور درود شریف بھی ذکر اور پھر یہاں ذکر سے مراد ذکر لسانی ہے یا ذکر قلبی۔ فقہاء کرام نے بیان فرمایا کہ نجاست کی جگہ اور بعد ستر کھولنے کے زبان سے ذکر الٰہی منع ہے۔ اور قرآن کریم کا پڑھنا جنابت کی حالت میں منع ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال

لا تقرء الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیض والی عورت اور جنبی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھے۔

اور فقہاء کرام فرماتے ہیں قرآن مجید کی تلاوت میں اذان کی آواز آئے تو تلاوت موقوف کردے اور آذان کو غور سے سنے اور جواب دے یونہی اقامت میں۔[2] خطبے میں حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں زبان سے سکوت فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[3]

---

[1] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ امام: جامع ترمذی جلد اوّل ص ۳۴

[2] محمد امجد علی اعظمی صدر الشریعت بہار شریعت حصہ سوم ص ۲۷

[3] احمد رضا بریلوی امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۷۳۱

بلاشبہ صحیح مذہب یہی ہے کہ دونوں خطبوں کا سننا فرض ہے۔اور کسی خطبہ کے وقت نہ سنتیں پڑھنے کی اجازت نہ اللہ عزوجل کا نام پاک سن کر عز شانہ وغیرہ نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ زبان سے کہنے کی اجازت کہ بحالت خطبہ سلام وکلام مطلقاً حرام ہے ہاں دل میں جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کہیں۔ ردالمحتار شامی میں ہے۔

اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا كلام الى تمامها خلا قضا فائتة لم يسقط الترتيب بينها وبين الوقتية[1]

جب امام خطبہ کیلئے نکلے تو اس کے پورا ہونے تک کوئی نماز اور کلام نہیں سوائے فوت ہونے والی نماز کی قضا کے کہ اس کے اور وقتیہ نماز کے درمیان ترتیب ساقط نہیں ہوتی یعنی صاحب ترتیب اپنی فوت شدہ نماز پڑھ لے۔

حضرت صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی صاحب اعظمی قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک خطیب نے لیا تو حاضرین دل میں درود شریف پڑھیں زبان سے پڑھنے کی اس وقت اجازت نہیں یونہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذکر پر اس وقت رضی اللہ عنہم زبان سے کہنے کی اجازت نہیں بحوالہ درمختار۔ جب امام خطبہ کیلئے کھڑا ہوا اس وقت سے ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے۔البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے جلد جلد پوری کر لے۔[2]

---

[1] محمد امین المعروف ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار جلد اول، ص ۵۵۰

[2] بہار شریعت حصہ چہارم

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد :

سبحان الله ان المؤمن لا ينجس[1]

سبحان اللہ بیشک مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالیہ میں اگرچہ سبب خاص ہے، مگر الفاظ مبارکہ عام ہیں۔ان الفاظ مبارکہ کے عموم سے ظاہر ہے کہ مومن کا بدن ناپاک نہیں ہوتا۔ نہ حقیقتاً نہ حکماً مگر فقہاء کرام بیان فرماتے ہیں کہ جنابت حکمی پلیدی ہے جس کا شرع شریف میں حکم فرمایا گیا ہے۔اور اس پر شریعت میں غسل فرض قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے انسان کا بدن ناپاک نہیں ہوتا۔اسلیئے جنبی کا پسینہ اور جھوٹا پاک ہے۔ اور اس کے ساتھ مصافحہ و معانقہ، بیٹھنا اٹھنا ملنا جلنا جائز ہے۔اور مشرک کا بدن بھی پاک اس کا پسینہ اور جھوٹا بھی پاک حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

انما المشركون نجس۔[2] مشرک نرے ناپاک ہیں۔(کنز الایمان)

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اس سے گندگئ اعتقاد مراد ہے کہ ان کا باطن خبیث ہے۔اس طرح نماز کے متصل بعد ذکر بالجہر کے جائز و منع ہونے کے مواقع و محامل فقہائے کرام نے بیان کر دیئے ہیں تو ہمیں ان کے فرمان پر عمل کرنا چاہیئے۔

نمازی اپنے رب سے مناجات کرنے والا ہے

وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله

---

[1] ولی الدین محمد، امام: مشکوۃ المصابیح، ص ۴۹، صحیح بخاری جلد اوّل، ص ۴۲

[2] القرآن، سورۃ التوبہ، ایت: ۲۸

علیه وسلم اذا قام احدکم الی الصلوٰۃ فلا یبصق امامه فانما یناجی الله مادام فی مصلاہ ولا عن یمینه فان عن یمینه ملکاً ویبصق عن یسارہ او تحت قدمه فید فنها وفی روایة ابی سعید تحت قدمه الیسریٰ[1]

ترجمہ شیخ محقق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چوں ایستادیکے ازشما بنماز پس باید کہ نیندازد آبِ دھن! پیش روئے خود بجانب قبلہ زیرا کہ وے مناجات نمی کند وتوجہ نمی آورد مگر خدائے تعالیٰ را مادام کہ جائے نماز خود است[2]۔

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے کھڑا ہو تو وہ اپنے سامنے قبلہ کی جانب نہ تھوکے اسلیئے کہ وہ مناجات نہیں کرتا اور توجہ نہیں لاتا مگر خدائے تعالیٰ کی طرف۔ جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہے۔ اور نہ اپنی دائیں جانب کیونکہ اس کی دائیں جانب فرشتہ ہے۔ اور اپنی بائیں جانب یا اپنے قدم کے نیچے تھوکے پھر اس کو دفن کر دے۔ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ اپنے بائیں قدم کے نیچے۔

وعن انسؓ قال راٰی النبی صلی الله علیه وسلم

---

[1] ولی الدین محمد، امام: مشکوٰۃ المصابیح، ص ۶۹

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ الاسلام ص اشعۃ اللمعات جلد اوّل، ص ۳۲۹

نخامة فی القبلة فشق ذالك علیه حتیٰ رئی فی
وجهه فقام فحکه بیده فقال ان احدکم اذا قام
علی الصلوة فانما یناجی ربه وان ربه بینه وبین
القبلةٗ فلا یبصق احدکم قبلة ولکن عن یساره او
تحت قدمه ثم اخذ طرف ردائه فبصق فیه ثم رد
بعضه علی بعض فقال او یفعل هکذا[1]

ترجمہ: اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب رینٹھ دیکھی تو آپ کو ناگوار گزرا حتیٰ کہ ناگواری آپ کے چہرہ انور میں دیکھی گئی پھر اٹھے اور اسے اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا پھر فرمایا کہ بیشک جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب ہی سے مناجات کرتا ہے۔ اور بیشک اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے تو تم میں سے کوئی اپنے قبلہ کی طرف ہرگز نہ تھوکے۔ لیکن اپنی بائیں طرف یا اپنے قدم کے نیچے۔ پھر اپنی چادر کا کونہ پکڑا اور اس میں تھوکا پھر اسکے بعض کو بعض پر مل دیا پھر فرمایا۔ یا ایسا کرے۔

نمازی کے پاس بآواز بلند پڑھنے کی احادیث مبارکہ سے ممانعت

عن ابی سعید قال اعتکف رسو ل الله صلی الله

---

[1] ولی الدین محمد، امام: مشکوۃ المصابیح، ص ۷۱

علیه وسلم فی المسجد فسمعهم یجهرون بالقراء ة
فکشف الستر وقال الا ان کلکم مناج ربه فلا
یؤذین بعضکم بعضا ولا یرفع بعضکم علی
بعض فی القرأة او قال فی الصلوة۔[1]

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجدِ اقدس میں اعتکاف فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلند آواز سے قرآن پڑھتے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھایا اور فرمایا خبردار بیشک تم تمام اپنے رب سے مناجات کرنیوالے ہو تو تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے اور نہ تمہارا بعض بعض پر قرآن پڑھنے میں یا فرمایا نماز میں آواز بلند کرے

عن ابی حازم التمار عن البیاضی ان رسول الله
صلی الله علیه وسلم خرج علی الناس وهم
یصلون وقد علت اصواتهم بالقرأة فقال ان
المصلی مناج ربه فلینظر ما یناجیه به ولا یجهر
بعضکم علی بعض بالقرأة۔[2]

ترجمہ:۔ حضرت ابی حازم التمار سے وہ البیاضی سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک

---

[1] سلیمان بن اشعث، امام: سنن ابوداوٗد، جلد اوّل ۱۹۵

[2] احمد بن حسین، امام: سنن کبریٰ جلد ثالث، ص ۱۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ نماز پڑھتے تھے اور انکی آوازیں قرآن کریم کے پڑھنے میں بلند ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک نمازی اپنے رب سے مناجات کرنیوالا ہے چاہیے وہ اس چیز کو دیکھے جس کے ساتھ اس سے مناجات کرتا ہے اور بعض بعض پر قرآن پڑھنے میں آواز بلند نہ کرے۔

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال اعتكف النبی صلی الله علیه وسلم فی المسجد فسمعهم یجهرون بالقرأة وهو فی قبة له فكشف المستورة وقال الا ان كلكم يناجی ربه فلا يؤذين بعضكم على بعض ولا يرفعن بعضكم على بعض فی القرأة فی الصلوة۔[1]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجدِ اقدس میں اعتکاف فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنھم کو بلند آواز سے قرآن پڑھتے سنا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبہ (گول خیمہ) میں تشریف فرما تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لگایا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھایا اور فرمایا خبردار! بیشک

---

[1] احمد بن حسین، امام: سنن کبریٰ، جلد ثالث، ص ۱۱

تم تمام اپنے رب سے مناجات کرتے ہو تو تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیّت نہ دے اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے۔

نمازی اپنے رب سے مناجات کرنیوالا' راز کہنے والا ہے تو جب کوئی اس کے پاس بلند آواز سے پڑھے گا نماز میں یا نماز کے علاوہ تو وہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان مناجات کرنے' راز کہنے متوجہ ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والا' خلل ڈالنے والا' توجہ ہٹانے والا ہوگا تو اس سے زیادہ اذیت دینے والا اور نقصان پہنچانے والا اور کون ہوسکتا ہے؟ کیونکہ بندے کی خلقت کا اصل مقصود اپنے رب کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے ساتھ تعلق جوڑنا ہے چونکہ حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن مبارک بھی یہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بندوں کو ان کے رب تعالیٰ سے ملانے اور انکا تعلق اللہ رب العٰلمین جل جلالہ کے ساتھ جوڑنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الا حرف تنبیہ اور انّ حرف تحقیق کے ساتھ فرمایا الا ان کلکم مناج ربہ خبردار آگاہ ہو جاؤ غور سے سنو بیشک تم تمام اپنے رب سے مناجات کرنیوالے ہو پھر مؤکد بنون ثقیلہ فرمایا:

فلا یؤذین بعضکم بعضاً

تو تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے

پھر اس کا واضح بیان فرمایا:

فلا یرفع بعضکم علی بعض فی القراۃ او فی

الصلوة

اور تمہارا بعض بعض پر قران پڑھنے میں آواز بلند نہ کرے یا فرمایا نماز میں

اور بیہقی شریف کی مذکورہ بالا حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤکد بنون ثقیلہ فرمایا:

فلا یر فعن بعضکم علی بعض فی القراءة او فی الصلوة

اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے۔

(ف) اس سے وہ لوگ سبق لیں جو کہتے ہیں کہ بندہ توجہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے پاس کسی کے بلند آواز سے ذکر و درود شریف و قرآن کریم پڑھنے سے اسکی نماز میں خلل نہیں آتا اس کو اذیت وتشویش نہیں ہوتی،

اسلیئے کہ ہم حضرات صحابہ رضی اللہ عنھم سے زیادہ توجہ اور حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھنے والے نہیں ہو سکتے تو جب ان کو تاکید کے ساتھ فرمایا کہ تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے اور تمہارا بعض بعض پر قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے تو ہماری ان کے مقابل کیا حیثیت ہے کہ باآواز بلند پڑھنے سے ہماری نماز میں خلل نہ آئے ہمیں اذیت وتشویش نہ ہو۔

مصنف شرح صحیح مسلم کی تیسری دلیل

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها

الاان یشوش جھرھم علی نائم او مصل او قاری۔ یعنی تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مساجد وغیر ہا میں مستحب ہے۔ اِلّا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند، قرأت یا نماز میں خلل ہو۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

شامی کی پیش کردہ اس عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نماز کی جماعت کے بعد نماز میں مسبوقین کے ہوتے ہوئے ذکر بالجہر کے استحباب پر علماء سلف و خلف کا اجماع ہے کیونکہ اس عبارت میں ذکر الجماعت سے خاص نماز کی جماعت کا ذکر مراد نہیں بلکہ کسی جماعت کا ذکر، گروہ کا ذکر، مجمع کا ذکر چند آدمیوں کا ذکر ہے۔

اوّلاً: مساجد کے بعد وغیر ہا (یعنی مساجد اور مساجد کے غیر میں) کے الفاظ سے بھی کچھ اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ یہاں خاص نماز کی جماعت مراد نہیں کیونکہ نماز کی جماعت تو اکثر مساجد میں ہوتی ہے غیر مساجد میں نہیں۔ یہاں تو وہ جماعت مراد ہے جو مساجد اور غیر مساجد میں ہو۔

ثانیاً: علامہ شامی (علیہ الرحمہ) کی اس عبارت سے بھی اُس کی تائید ہوتی ہے جو اسی باب مطلب فی رفع الصوت بالذکر میں ذکر بالجہر۔ کے اثبات میں پیش کی گئی ہے۔

جاء فی الحدیث ما اقتضی طلب الجھربہ حدیث میں جو آیا وہ طلب جہر کا تقاضہ کرتا ہے۔ نحو وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء

خیر منهم[1] (رواہ الشیخان)

اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۱۸۰ اگر یاد کند مرا در جماعۃ از آدمیاں ذکر میکنم اور در جماعتے بہتر ازاں جماعت کہ جماعت ملائکہ مقربین باشند[2]۔

اور اگر میرا بندہ مجھے آدمیوں کی کسی جماعت میں یاد کرے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر جماعت میں کرتا ہوں کہ ملائکہ مقربین کی جماعت ہے اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

ثالثاً: ذکر الجماعت مرکب اضافی معنوی ہے اور اضافت معنوی کے تینوں اقسام میں سے کسی قسم کی لحاظ سے سوائے تاویل کے یہ معنی نہیں ہوسکتا جو حضرت مصنف شرح صحیح مسلم صاحب نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر، جس سے کچھ ابہام ہوتا ہے کہ یہاں نماز باجماعت کے بعد ذکر مراد ہے۔

بہر تقدیر یعنی یہاں نماز کی جماعت کا ذکر مراد ہو یا نماز کی جماعت کے علاوہ کسی جماعت کا ذکر، ہمارا موقف ثابت ہے۔ کیونکہ شامی کی اسی پیش کردہ عبارت میں الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قارئ کے الفاظ بھی ہیں، جن کا ترجمہ خود مصنف شرح صحیح مسلم نے یہ فرمایا۔ الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند، قرأت یا نماز میں خلل ہو۔

یعنی اگر ان کے جہر سے کسی کی نیند قرأت یا نماز میں خلل ہو تو منع ہے۔

---

[1] ولی الدین محمد امام: مشکوۃ المصابیح، ص ۱۹۴

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ الاسلام۔ اشعۃ اللمعات جلد نمبر ۲ ص ۱۸۰

علامہ شامی کی پیش کردہ عبارۃ اوراس کا صحیح مفہوم ملاحظہ فرمائیں۔

اجمع العلماء سلفاً و خلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الاان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قارئ تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مساجد اور مساجد کے غیر میں یعنی مساجد کے علاوہ جماعت کا ذکر، مجمع کا ذکر، گروہ کا ذکر چند آدمیوں کا ذکر، مستحب ہے مگر یہ کہ انکا جہر کسی سونے والے یا کسی نمازی یا کسی پڑھنے والے کو تشویش و پریشانی میں ڈالے۔

مصنف شرح صحیح مسلم اپنے قائم کردہ عنوان میں فرماتے ہیں

"یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز کے بعد ذکر بالجہر طریق معروف تھا حالانکہ اس وقت بھی نماز میں مسبوقین ہوتے تھے"۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

فتح الباری شرح صحیح بخاری عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری نووی شرح صحیح مسلم اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی مذکورہ بالا عبارات قارئین نے پڑھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد (وقت یسیر) تھوڑا وقت ذکر بالجہر فرمایا وہ بھی ذکر کے طریقے کی تعلیم کیلئے، اس پر دوام نہیں فرمایا۔

اسی لیئے ہماری فقہ کی کتابوں میں اس کا سنت ہونا مذکور نہیں۔ اور الائمہ الاربعہ تو اس کے مستحب ہونے کے بھی قائل نہیں۔ بہر حال ہم مجتہد نہیں کہ حدیث سے خود مسائل کا استنباط کریں جب فقہائے کرام کا فرمان فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ذکر بالجہر جس کے باعث نمازی کو ایذا وتشویش ہو منع ہے اور امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فقہ حنفی کی کتب کے حوالے سے فرماتے ہیں۔ جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ با آواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے۔ تو ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ توسط واعتدال کی قید فقہ کی کتابوں میں مذکور نہیں اور کسی ایک قول سے مذہب نہیں بنتا اور نہ ہی اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے فتووں میں مذکور ہے۔ فقہ کی کتابوں میں یہی ہے۔

الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل اوقادیٔ الخ

بہتر ذکر ذکر خفی ہے۔

الا یہ کہ ان کا جہر کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو تشویش میں ڈالے جہر خواہ اعلیٰ ہو یا متوسط۔ یعنی جتنا جہر بھی اذیت کا سبب ہو وہ منع ہے خواہ متوسط ہو یا اعلیٰ اگر متوسط اور معتدل جہر بھی تشویش میں ڈالے اور اذیت کا موجب ہو تو وہ بھی منع

ہے۔اور اعلیحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتووں میں بھی مطلق جہر کا ذکر ہے جس کا معنی آپ نے "باآواز" فرمایا ہے ایک فتویٰ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باآواز نہ پڑھا جائے جب کہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ اور اگر کوئی محذور نہ موجود نہ مظنون تو عند التحقیق کوئی حرج نہیں تاہم اخفا افضل ہے۔لما فی الحدیث خیر الذکر الخفی۔ بہتر ذکر، ذکر خفی ہے

ایک قول پر اجماع کیسے مان لیا گیا؟

ردالمحتار شامی سے نقل کردہ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول

اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم اور مصل او قارئ الخ

سے جماعت کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کے استحباب پر تمام متقدمین و متاخرین علما کا اجماع مان لیا گیا۔حالانکہ شامی میں اس قول مذکور کے متصلا ماقبل حرام و جائز کا قول بھی مذکور ہے۔مصنف شرح صحیح مسلم نے خود اپنی شرح صحیح مسلم میں عینی سے فرض نماز کے بعد ذکر بالجہر کے استحباب پر بعض متقدمین کا استدلال نقل فرمایا۔اور اس استدلال کے متصلا بعد اسی عینی میں مذکور ہے۔کہ متاخرین میں سے صرف ابن حزم غیر مقلد اس کے استحباب کا قائل ہے۔اور الائمة الاربعة اور ان کے مقلدین اور ان کے علاوہ سب رحمھم اللہ تعالیٰ اس کے عدم استحباب پر متفق

احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث، ص ۱۰۶

ہیں اس طرح نووی شرح مسلم میں بعض متقدمین کا نماز کے بعد ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال اور ائمہ اربعہ رحمھم اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین اور ان کے علاوہ سب کا عدم استحباب پر اتفاق مذکور ہے۔عینی اور نووی کی پوری عبارتیں مع ترجمہ شروع میں ذکر کی جاچکیں ہیں۔تو جب استحباب کے قائل بعض متقدمین ہیں اور متاخرین میں سے صرف ابن حزم غیر مقلد اور ہمارے چاروں ائمہ رحمھم اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین اور ان کے غیر عدم استحباب پر متفق ہیں۔تو جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر کے استحباب پر اجماع کیسے مان لیا گیا؟

علامہ شامی علیہ الرحمہ کی پوری عبارت جو شامی الجزء الاول مطلب فی رفع الصوت بالذکر میں مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں۔جو حصہ عبارت ''دلیل کے طور پر'' پیش کیا گیا ہے اس پر خط کھینچ دیا گیا ہے۔

قوله ورفع صوت بذکرالخ اقول اضطرب کلام صاحب البزازية فی ذالك فتارة قال انه حرام وتارة قال انه جائز وفی الفتاوی الخيرية من الكراهية والاستحسان جاء فی الحديث ما اقتضی طلب الجهرية نحو وان ذكرنی فی ملأ ذكرته فی ملا خير منهم رواه الشيخان وهناك احاديث اقتضت طلب الاسرار والجمع بينهما بان ذالك يختلف باختلاف الاشخاص والاحوال كماجمع بذلك بين احاديث الجهر والاخفاء بالقراء ة ولا

يعارض ذالك حديث خير الذكر الخفى لانه حيث خيف الرياء اوتاذى المصلين اوالنيام فان خلا مما ذكر فقال بعض اهل العلم ان الجهر افضل لانه اكثر عملاً ولتعدى فائدته الى السامعين ويوقظ قلب الذاكر فيجمع همه الى الفكرويصرف سمعه اليه ويطرد النوم ويزيد النشاط وفى حاشية الحموى عن الامام الشعرانى اجمع العلماء سلفاً و خلفاً على استحباب ذكر الجماعة فى المساجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم على نائم او مصل او قارى۔ الخ[1]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ صاحب بزازیہ کا کلام اس میں مضطرب ہے۔ کبھی تو وہ کہتے ہیں کہ حرام ہے اور کبھی کہتے ہیں جائز ہے۔ اور فتاویٰ خیریہ میں کراہت واستحسان سے حدیث میں جو آیا وہ طلب جہر کا تقاضا کرتا ہے۔ جیسے اگر میرا بندہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر جماعت میں کرتا ہوں۔ اس کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے روایت کیا۔ وہاں وہ احادیث ہیں جو طلب الاسرار کا تقاضا کرتی ہیں اور ان دونوں کے درمیان تطبیق اس طرح ہوگی کہ یہ اشخاص اور احوال کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا

[1] محمد امین المعروف ابن عابدین، فقیہ: ردالمختار علی الردالمختار جلد اوّل، ص ۴۴۴

ہے جیسا کہ اسی کے ساتھ تطبیق دی گئی۔ قرأت جہر واخفا کی حدیثوں کے درمیان اور یہ خیر الذکر الخفی کی حدیث کے معارض نہیں کیونکہ وہ اس جگہ ہے جہاں دکھلاوے کا خوف ہو یا نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف پہنچنے کا پس اگر ان مذکورہ چیزوں سے خالی ہو تو بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جہر افضل' کیونکہ یہ عمل کے لحاظ سے اکثر ہے اور اسلیئے کہ اس کا فائدہ سننے والوں تک پہنچتا ہے۔ اور ذکر کرنے والے کے دل کو بیدار کرتا ہے۔ پس اس کی ہمت کو فکر کی طرف جمع کرتا ہے۔ اور اس کے کان کو ذکر کی طرف پھیر دیتا ہے اور نیند کو بھگا دیتا ہے اور نشاط (خوشی) کو بڑھاتا ہے اور حاشیہ حموی میں ہے کہ امام شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ متقدمین و متاخرین علماء کا اجماع ہے کہ مساجد اور غیر مساجد میں جماعت کا ذکر مستحب ہے مگر یہ کہ ان کا جہر کسی سونے والے کو یا نماز پڑھنے والے یا قرآن پڑھنے والے کو تشویش میں ڈالے۔

مصنف جاء الحق کے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کے ثبوت میں پیش کردہ دلائل

مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ:

"کان رسول الله صلی علیه وسلم اذا سلّم من صلوٰۃ یقول بصوته الاعلیٰ لا اله الا الله وحده لا شریك له۔"[1]

---

[1] احمد یار خاں نعیمی، مفتی: جاء الحق، ص ۳۴۵

ترجمہ: حضور علیہ السلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے تھے:

لا اله الا الله وحده لاشريك له[1]۔

مشکوۃ میں اسی جگہ ہے:

عن ابن عباس قال كنت اعرف انقضاء صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تکبیر کی آواز سے حضور علیہ السلام کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔ یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بوجہ صغرسنی کے بعض جماعت نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد مسلمان اس قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔ لمعات میں اس حدیث کے تحت ہے۔

ان ابن عباس كان لم يحضر الجماعة لانه كان صغيرا ممن لا يواظب على ذلك[2]۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بچے تھے اس لیئے جماعت میں پابندی سے نہ آتے تھے مسلم جلد اول باب الذکر بعد الصلوۃ میں انہی

---

[1] احمد یار خاں نعیمی، مفتی: جاء الحق، ص ۳۴۵

[1] احمد یار خاں نعیمی، مفتی: جاء الحق، ص ۳۴۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ۔

ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم۔

یعنی فرائض سے فارغ ہوکر بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں مروج تھا۔[1]

اس کے بعد لکھتے ہیں: شامی جلد اول مطلب فی احکام المسجد سے متصل ہے

اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد الآان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قارئ۔

ترجمہ: متقدمین ومتاخرین علماء کرام نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجدوں میں جماعتوں کا بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو۔[2]

(یعنی ان کے جہر سے کسی سونے والے یا کسی نمازی یا کسی قاری کو پریشانی ہوتو منع ہے)۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

احادیث مبارکہ روایت کردہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کے

---

[1] احمد یار خاں، مفتی: جاء الحق، ص ۳۴۵

[2] احمد یار خاں نعیمی، مفتی: جاء الحق، ص ۳۴۷

اثبات میں پیش کی گئیں، ان کی وضاحت ص 52 تا ص 72 پر ہو چکی ہے۔

اعتراض: اس اعتراض کے جواب میں کہ بعد نماز جو بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں ان سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے کہ نماز بھولتے ہیں لہٰذا ناجائز ہے؟

مصنف جاء الحق کا جواب: فقہاء جو فرماتے ہیں کہ ذکر بالجہر سے نمازیوں کو تکلیف پہنچے تو منع ہے اس کا مقصد ظاہر ہے کہ جب جماعت کا وقت ہو لوگ نماز میں مشغول ہوں اور یہ ذکر بالجہر کر رہا ہو یہ منع ہے۔ نہ یہ کہ نماز بھی ہو چکی لوگ فارغ ہو کر اب ذکر و تلاوت میں مشغول ہو گئے۔

اب کوئی شخص تارک الجماعت بعد میں آیا۔ تو اپنی نماز کے حیلے سے سب کو خاموش کرتا پھرے۔ چونکہ مجھے اب نماز پڑھنا ہے لہذا اے نمازیو! اے قرآن یاد کرنے والو! اے واعظو! تم سب خاموش ہو جاؤ''

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت ملاحظہ ہو

فقہائے کرام کے فرمان کا یہ خود ساختہ مقصد فقہ کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا اور نہ ہی اعلیٰحضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ میں فقہاء کا یہ فرمان ان قیدوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے مصنف جاء الحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے فوراً بعد ذکر بالجھر کے مستحب ہونے کے ثبوت میں شامی کی جو مذکورہ بالا عبارت پیش فرمائی ہے۔ اس کا ترجمہ جو انہوں نے خود فرمایا ...... مگر یہ کہ اس جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو، اس ترجمہ سے بھی ظاہر ہے۔ کہ چاہے جماعت کے وقت نماز پڑھتا ہو یا جماعت ہو چکنے کے بعد بلکہ

جماعت کے وقت سے پہلے اس کے پاس ذکر بالجہر منع ہے۔

اعلیٰحضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ کے مذکورہ فتاویٰ مبارکہ سے دو فتوے ملاحظہ فرمائیں۔ اور دیکھیں کہ ان میں یہ قیدیں مذکور ہیں کہ جب جماعت کا وقت ہو لوگ نماز میں مشغول ہوں اور یہ ذکر بالجہر کر رہا ہو تو منع ہے۔

پہلا فتویٰ:

الجواب: جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باآواز پڑھنے سے اسکی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے ۔ مسجد میں جب اکیلا تھا اور باآواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔[1]

دوسرا فتویٰ: الجواب۔ مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باآواز نہ پڑھا جائے جب کہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ ہو۔ اگر کوئی محذور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عندالتحقیق کوئی حرج نہیں۔ تاہم اخفا افضل ہے

لما فی الحدیث خیر الذکر الخفی

بہتر ذکرِ ذکرِ خفی ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔[2]

نیز مصنف جاء الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس خود ساختہ مقصد کے مطابق بھی،

1۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث، ص ۶۱۹

2۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث، ص ۱۰۶

(کہ جماعت کے وقت نماز پڑھنے والوں کے پاس ذکر بالجہر منع ہے۔ بعد میں آنے والے نمازیوں کے پاس منع نہیں) سلام کے فوراً بعد ذکر بالجہر منع ہونا چاہیئے۔ جبکہ بعض جماعت میں شامل ہونے والے نمازی اپنی بقایا نماز پڑھ رہے ہوں۔ کیونکہ وہ نمازی جو جماعت میں شامل تھے اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھ رہے ہیں۔ وہ تو جماعت کے وقت جماعت کی نماز کو مکمل کر رہے ہیں۔ اُنکے پاس بلند آواز سے ذکر کیوں کیا جاتا ہے۔ اور یہ فرمانا نہ یہ کہ نماز بھی ہو چکی لوگ فارغ ہو کر اب ذکر و تلاوت میں مشغول ہو گئے اب کوئی شخص تارک الجماعت بعد میں آیا تو اپنی نماز کے حیلے سب کو خاموش کرتا پھرے کہ چونکہ مجھے اب نماز پڑھنا ہے۔

لہٰذا اے نمازیو اے قرآن یاد کرنیوالو واعظو تم سب خاموش ہو جاؤ!

ایک مفروضہ ہے جو قائم کیا گیا قارئین کرام کیا آپ نے کبھی دیکھا کہ کسی تارک الجماعت شخص نے آ کر کہا ہو مجھے نماز پڑھنا ہے لہٰذا اے نمازیو اے قران یاد کرنیوالو اے واعظو تم سب خاموش ہو جاؤ۔

یقیناً کوئی نہیں کہتا بلکہ اگر کوئی نمازی بعد میں آئے تو وہ ایک طرف کچھ فاصلے پر نماز پڑھ لیتا ہے۔

شامی کی مذکورہ بالا عبارت کا صحیح مفہوم صفحہ ۹۰ پر بیان ہو چکا ہے۔

پمفلٹ ”اذان و نماز کے بعد ذکر و درُود اور انگوٹھے چومنے کا مسئلہ“ کے مؤلف

”بعد نماز بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا بیان“

کا عنوان قائم کرنے کے بعد لکھتے ہیں: (از مولانا ابو داؤد صادق)

''نیز نماز کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنا بھی شرعاً جائز ہے۔ اور احادیث مبارکہ سے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا ثابت ہے۔

صحیح مسلم و بخاری میں ذکر بعد نماز کے زیر عنوان مذکور ہے۔

ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم وقال ابن عباس رضی الله عنه کنت اعلم اذا انصرفوا بذالك اذا سمعته[1]

یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ظاہری زمانہ میں فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر ہوتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب میں اس ذکر کو سنتا تھا تو معلوم کر لیتا تھا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ حضرت ابن عباس اپنے بچپن کی وجہ سے چونکہ گھر میں ہوتے تھے اسلیئے ذکر پاک کی آواز اپنے گھر میں سن لیتے تھے اور معلوم کر لیتے تھے کہ اب نماز ختم ہو گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا اور مل کر پڑھنا جائز و ثابت ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے تحت نقل فرمایا ہے فیہ دلیل علیٰ جواز الجھر بالذکر عقب الصلوٰۃ یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔ امام نووی نے بھی شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی تحت بعض سلف سے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب نقل فرمایا ہے۔

---

[1] مسلم بن حجاج، امام: صحیح مسلم جلد اوّل، ص ۲۱۷

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے فرماتے۔

لا اله الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر الخ ؏[1]

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت ملاحظہ ہو

احادیث مبارکہ روایت کردہ حضرت ابن عباس وحضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم جو نماز کے بعد مل کر بلند آواز سے ذکر کرنے کے اثبات میں پیش کی گئیں، ان کی وضاحت صفحہ نمبر ۵۱ تا ۷۶ پر ہو چکی ہے۔ احادیث مبارکہ کے بعد فقہ حنفی کی مشہور کتاب ردالمحتار شرح درمختار صف ۴۸۷ جلد ا میں حضرت سیدنا امام شعرانی علیہ الرحمۃ سے نقل فرمایا۔

اجمع العلماء سلفاً و خلفاً علیٰ استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها۔

یہاں تک ہی عبارت نقل فرمائی اور حضرت امام شعرانی علیہ الرحمہ کا پورا قول مبارک نقل نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ الفاظ چھوڑ دیے۔

الا ان يشوش جهرهم علی نائم او مصل او قاری۔

مگر ترجمہ پوری عبارت کا اس طرح فرما دیا یعنی علماء سلف وخلف کا اجماع ہے کہ مساجد میں جماعت کامل کر ذکر کرنا مستحب ہے مگر سویا ہوا ہو یا پہلے سے نماز یا قرآن پڑھ رہا ہو تو اسے تشویش میں نہ ڈالیں یعنی پہلے سے نماز یا قرآن پڑھنے والے کو

---

[1] ابوداؤد صادق صاحب مولانا، اذان ونماز کے بعد ذکر ودرود اور انگوٹھے چومنے کا مسئلہ، ص ا

تشویش میں نہ ڈالیں بعد میں آنے والے نمازی یا قاری کوتشویش میں ڈالنا جائز ہے منع نہیں۔

اولاً اگر مولف پمفلٹ مذکور حضرت امام شعرانی علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا قول مبارک کا صحیح ترجمہ فرمادیتے جس طرح کہ نائم او مصل او قاریٔ کا صحیح ترجمہ ہونا چاہیئے۔کوئی سونے والا کوئی نماز پڑھنے والا کوئی قران پڑھنے والا' کسی سونے والے یا کسی نمازی یا کسی قاری کوتشویش میں نہ ڈالیں کیونکہ ان تینوں اسماء میں سے ہرایک اسم فاعل اورنکرہ ہے۔اوراسم فاعل کوبغیر کسی قرینہ کے کسی ایک خاص زمانہ یا حالت کے ساتھ مقید نہیں کیا جاسکتا۔اور جس طرح کہ مصنف جاءالحق علیہ الرحمۃ اور مصنف شرح صحیح مسلم نے صحیح ترجمہ فرمایا۔

حضرت مؤلف جاءالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ' مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو۔ اور مولف شرح صحیح مسلم صاحب کا ترجمہ۔الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند' قرأت یا نماز میں خلل ہو۔تو مسئلہ واضح ہوجاتا۔ علاوہ ازیں فقہ کی کسی کتاب میں''پہلے سے'' کی قید نہیں کہ پہلے سے نماز یا قرآن پڑھنے والے کوتشویش میں ڈالنا منع ہے' بعد میں آنے والے نمازی کوتشویش میں ڈالنا جائز ہے منع نہیں۔اور نہ ہی اعلیٰحضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ مبارکہ میں یہ قید مذکور ہے۔

اعلیٰحضرت عظیم البرکت رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوفتوے ملاحظہ فرمائیں

آیاان میں پہلے سے کی قید مذکور ہے؟ کہ پہلے سے نماز یا قرآن پڑھ رہا ہوتو اسکے پاس بلند آواز سے پڑھنا منع ہے۔بعد میں نماز پڑھنے والے کے پاس منع نہیں۔

پہلا فتویٰ:

الجواب: جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ بآواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے۔

مسجد میں جب اکیلا تھا اور بآواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

غور طلب عبارت مسجد میں جب اکیلا تھا اور بآواز پڑھ رہا تھا۔ جس وقت کوئی شخص نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔

دوسرا فتویٰ:

الجواب۔ مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

درود شریف خواہ کوئی وظیفہ بآواز نہ پڑھا جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کو ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ۔ اور اگر کوئی محذور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عند التحقیق کوئی حرج نہیں تاہم اخفا افضل ہے

لما فی الحدیث خیر الذکر الخفی' واللہ تعالی اعلم[2]

اس مبارک فتویٰ کو بار بار پڑھیں اور غور فرمائیں۔ کہ اس میں ''پہلے سے'' کی قید موجود ہے؟ کہ پہلے سے نماز پڑھ رہا ہو تو اسے تشویش میں نہ ڈالیں۔ جو قید ترجمہ میں ہی لگا دی گئی ہے۔ اس مبارک فتویٰ میں تو یہ۔ ہے کہ بآواز نہ پڑھا جائے

---

1. احمد رضا بریلوی امام ل فتاویٰ رضویہ جلد ثالث' ص ۶۱۹
2. احمد رضا بریلوی امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث' ۱۰۶

جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو چاہے پہلے سے نماز پڑھ رہا ہو یا اب پڑھتا ہو۔

اس ترجمہ کے مطابق بھی امام کے سلام کے فوراً بعد ذکر بالجھر منع ہونا چاہیئے جبکہ جماعت میں شامل ہونیوالے بعض نمازی اپنی بقایا نماز پڑھ رہے ہوں کیونکہ وہ نمازی جو جماعت میں شامل تھے اور اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھ رہے ہوں وہ تو ذکر شروع ہونے سے پہلے کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس لیئے کہ ذکر بالجھر تو امام کے سلام کے بعد شروع ہوا۔ ذکر بالجھر کرنے والوں نے پہلے سے نماز پڑھنے والوں کو تشویش و پریشانی میں ڈالا اور انکی نمازوں میں خلل ڈالا۔ ثانیاً حضرت امام شعرانی علیہ الرحمۃ کے اس پیش کردہ قول مبارک میں فی المساجد وغیرھا کے الفاظ ہیں جن کا معنیٰ یہ ہے کہ مساجد میں اور مساجد کے غیر میں یعنی مساجد کے علاوہ جماعت کا ذکر مستحب ہے اور حضرت مولف پمفلٹ نے ترجمہ فرمایا کہ مساجد میں جماعت کا ملکر ذکر کرنا مستحب ہے اور وغیرھا کا ترجمہ چھوڑ دیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہاں نماز کی جماعت کا ہی ذکر مراد ہے۔ کیونکہ نماز کی جماعت اکثر مساجد میں ہوتی ہے مساجد کے غیر میں یعنی مساجد کے علاوہ نہیں ہوتی۔

اور ترجمہ میں یہ الفاظ (مل کر) بھی اپنی طرف سے شاید اس لئے زیادہ فرمائے کہ مل کر ذکر کرنے میں آواز زیادہ بلند ہو اور نمازیوں کی نماز میں خلل ضرور آئے۔

نوٹ : حضرت مصنف جاء الحق رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شرح صحیح مسلم

صاحبان نے جو ترجمہ فرمایا اس میں مل کر ذکر کرنے کے الفاظ نہیں اور معلوم نہیں مل کر ذکر کرنا کس لفظ کا معنی فرمایا طلباء ضرور غور فرمائیں۔

وضاحت کیلئے کتبِ اصول فقہ سے المفسر کی تعریف اور اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں

المفسر: ماظهر المراد به من اللفظ ببيان من قبل المتكلم بحيث لا يبقى معه احتمال التاويل والتخصيص مثاله فى قوله تعالى فسجد الملئكة كلهم اجمعون ○ فاسم الملئكة ظاهر فى العموم اى سجود الملئكه الا ان احتمال التخصيص قائم اى سجود بعض الملئكة فانسد باب التخصيص بقوله كلهم ثم بقى احتمال التاويل بان سجدو ا متفرقين او مجتمعين فانسد باب التاويل بقوله اجمعون○

مفسر وہ ہے جس کی مراد لفظ سے ظاہر ہو۔ متکلم کی طرف سے بیان کے ساتھ اس حیثیت سے کہ اس کے ساتھ تاویل و تخصیص کا احتمال باقی نہ رہے اسکی مثال اللہ تعالیٰ کے اس قول فسجد الملئكة كلهم اجمعون میں پس اسم الملئکۃ عموم میں ظاہر ہے یعنی سجود ملائکہ میں مگر تخصیص کا احتمال باقی ہے یعنی بعض فرشتوں سے سجدہ کرنے کا تو تخصیص کا احتمال اللہ تعالیٰ کے قول کلھم سے

نظام الدین شاشی، اصول الشاشی ص ۲۳، وملا احمد جیون امام: نور الانوار ص ۸۷

ختم ہوا۔ کہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ کوئی فرشتہ سجدہ کرنے کے بغیر نہ رہا پھر تاویل کا احتمال باقی تھا کہ فرشتوں نے متفرقہ طور پر سجدہ کیا یا مجتمعہ طور پر تو تاویل کا دروازہ اللہ تعالیٰ کے قول اجمعون سے بند ہوا۔ کہ تمام فرشتوں نے اجتماعی طور پر سجدہ کیا۔ مل کر سجدہ کیا ایک ساتھ سجدہ کیا اس طرح لفظ ذکر الجماعۃ جماعت کے ذکر میں ظاہر ہے مگر تخصیص اور تاویل کا احتمال باقی ہے یعنی بعض جماعت کے ذکر اور کل جماعت کے ذکر اور کل جماعت کے متفرقہ طور پر ذکر اور مجتمعہ طور پر ذکر کا جو کلھا اور جمعیۃ یا جمعاء وغیرھن کے الفاظ سے ختم ہوسکتا ہے یہاں جمیۃ یا جمعا وغیرھما کا لفظ نہیں جس کا معنی مجتمعہ طور پر ذکر کرنا اجتماعی طور پر ذکر کرنا مل کر ذکر کرنا کیا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا[1]

تم پر کوئی الزام نہیں کہ ملکر کھاؤ یا الگ الگ

یعنی مل کر (کھانا) جمیعاً کا معنی ہے اور الگ الگ (کھانا) اشتاتاً کا معنی۔ اور ان دونوں کے بغیر دونوں احتمال ہیں۔ مل کر کا بھی اور الگ الگ کا بھی۔

اور ترجمہ میں یہ الفاظ بھی اپنی طرف سے شاید اسی لیئے زیادہ فرمائے کہ ملکر ذکر کرنے میں آواز زیادہ ہو اور نمازیوں کی نماز میں خلل ضرور آئے۔

نوٹ: حضرت مؤلف جآء الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مصنف شرح صحیح مسلم صاحب نے جو ترجمہ فرمایا اس میں مل کر ذکر کرنے کے الفاظ نہیں۔

ردالمحتار شرح در مختار شامی سے نقل کردہ حضرت امام شعرانی علیہ الرحمہ کا قول

---

[1] القران، پ ۱۸، ایت ۶۰

مبارک اور اس کا صحیح مفہوم صفحہ ۹۰ پر بیان کر دیا گیا ہے۔

''رشد الایمان فی دورۃ الحدیث والقرآن''

کتاب ہٰذا کے مولف نے یہ عنوان قائم فرمایا:

''نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت۔ اور اس کے اثبات میں دو آیتیں اور تین احادیثِ مبارکہ پیش فرمائیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(1) ''فاذکر و االله کذکرکم آبآءکم اوا شد ذکراً

تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے' بلکہ اس سے زیادہ۔

(کنزالایمان)

(2) فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروا الله

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو (فوراً) اللہ کی یاد کرو (ذکر کرو) (کنزالایمان)

لہٰذا فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف یا درود پاک پڑھنا جائز بلکہ بہتر ہے۔ یہ آیت اس کا مآخذ ہے۔''

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

آیت نمبر 1۔ اس آیۃ مبارکہ فاذکروا الله کزکرکم الخ میں بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم (ثبوت) ہے۔ مگر نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت نہیں تو یہ آیۃ مبارکہ قائم کردہ عنوان کے مطابق نہ ہوئی۔ کیونکہ عنوانِ مذکور تو یہ ہے (نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت)

اگر اس آیۃ مبارکہ کے شروع کے الفاظ مبارکہ لکھ دیتے جن الفاظ کو

قصداً چھوڑ دیا گیا۔ تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا کہ یہاں نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مراد نہیں بلکہ مناسک حج پورا کرنے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مراد ہے۔ کیونکہ آیت کے شروع کے الفاظ کے بغیر اس کا موقع محل معلوم نہیں ہوتا اس آیۃ مبارکہ کو اس کے شروع کے الفاظ کے ساتھ مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا الله کذکرکم آبآء کم او اشد ذکراً[1]

ترجمہ: پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو (مناسک حج پورے کر چکو) تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ

(کنز الایمان)

اور مؤلف رشد الایمان اس آیۃ مبارکہ سے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا ثابت فرما رہے ہیں، اور اس آیۃ مبارکہ کے شانِ نزول سے بھی ظاہر ہے کہ یہاں مناسک حج پورا کرنے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مراد ہے۔ شانِ نزول، زمانہ جاہلیت میں عرب حج کے بعد کعبہ کے قریب اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کیا کرتے تھے اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت و خود نمائی کی بے کار باتیں ہیں، بجائے اس کے ذوق و شوق کیساتھ ذکرِ الٰہی کرو۔[2]

آیۃ نمبر۲: اس آیۃ مبارکہ میں نماز کے بعد مطلق ذکر کرنے کا حکم (ثبوت) ہے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم (ثبوت) نہیں۔ تو یہ آیۃ مبارکہ بھی

---

[1] قرآن مجید پارہ نمبر۲ آیت نمبر ۲۰۰۔

[2] سید نعیم الدین مراد آبادی، علامہ: تفسیر خزائن العرفان، ص ۴۵

قائم کردہ عنوان کے مطابق نہیں کیونکہ قائم کردہ عنوان تو یہ ہے۔

(نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت)

پھر نتیجتاً بیان فرمایا) لہذا فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف یا درود پاک پڑھنا جائز ہے بلکہ بہتر ہے[1]۔

حالانکہ یہ دعویٰ ان دونوں آیتوں سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ مذکور ہوا اور احادیثِ مبارکہ روایت کردہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنھما کی وضاحت ہو چکی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنھما کی روایت کردہ حدیثِ مبارکہ کے بارے

بندہ مولف کی مزید وضاحت: حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث شریف میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام فرماتے تو باآواز بلند پڑھتے:

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيئى قدير لا حول ولا قوة الا بالله لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين

[1] عبدالرشید، مولوی، رشد الایمان، ص ۲۲۶

له الدين ولو كره الكافرون

اور حضرت مولف رشد الایمان فرماتے ہیں:

مؤلف رشد الایمان فرماتے ہیں

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم

من صلوته يقول بصوته الاعلى لا اله الا الله

وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على

كل شيئى قدير الخ

رسول ﷺ جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے فرماتے:

لا اله الا الله الخ

لہٰذا فرض نماز کے بعد فوراً بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

مؤلف رشد الایمان کے عجیب وغریب استدلال کی وضاحت

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے پڑھتے۔

لا اله الا الله وحدهٗ لاشريك لهٗ له الملك وله الحمد وهو على كل شيئى قدير الخ۔

یہاں تک دعا نقل فرمائی۔ باقی یہ الفاظِ مبارکہ چھوڑ دیئے۔

لاحول ولا قوة الا بالله لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون ۔

اور مؤلف رشد الایمان نے ترجمہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے فرماتے۔ لا اله الا الله الخ [1] تا کہ عام قارئین جو ترجمہ ہی دیکھتے ہیں۔ عربی نہیں سمجھتے وہ سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھتے تھے کیونکہ لا اله الا الله الخ سے پورا کلمہ مراد ہوتا ہے۔

جیسے کہ حدیثِ مبارکہ:

من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله دخل الجنة [2] سے پورا کلمہ مراد ہے۔ اور الحمد پڑھنے سے پوری سورۃ فاتحہ شریف کا پڑھنا مراد ہوتا ہے۔ اور قل ھو اللہ پڑھنے سے پوری سورۃ سُورۃ اخلاص کا پڑھنا

یہ محض الزام اور بدگمانی نہیں بلکہ حقیقت ہے اس کا ثبوت وہ خود پیش فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں۔

لہٰذا فرض نماز کے فوراً بعد بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے [3] چونکہ اِن حضرات نے نماز کے بعد کلمہ شریف لا اله الا الله محمد رسول الله بلند آواز سے پڑھنا اپنا معمول بنا لیا ہے اسلیئے اس حدیثِ

---

[1] عبد الرشید، مولوی: رشد الایمان، ص ۲۲۷

[2] الصحیح المسلم الجلد الاول ص ۴۱

[3] عبد الرشید، مولوی: رشد الایمان، ص ۲۲۷

مبارکہ سے بھی اپنا معمول ہی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور اپنے اس معمولِ مروج کو سنت فرما رہے ہیں۔

معلوم نہیں مؤلف رشد الایمان نے اس معمول مروج کا سنت ہونا کس کتاب میں پڑھا ہے۔ فقہ کی کسی کتاب میں تو سنت نہیں لکھا۔

حضرات ائمۃ اربعہ رحمہم اللہ تو نماز کے بعد مطلق ذکر بآواز بلند کے مستحب ہونے کے بھی قائل نہیں بلکہ مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔

نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں اور اس مذکورہ بالا پوری دعا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کی بعد بلند آواز سے پڑھتے تھے اور جس کا پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہے۔ ولو کرہ الکافرون ٥ تک اس کے بارے کچھ نہیں لکھا کہ مستحب ہے یا سنت۔ ہمیشہ پڑھتے رہے یا تھوڑا وقت۔

موجودہ دور میں اس موضوع پر شائع ہونے والی کتابوں میں اپنا معمول مروج ہی ثابت کیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دعا پابند جماعت نمازیوں کو بھی یاد نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اور نہ ہی اس دعا کا پڑھنا مروج ہے۔ اگر اس دعا مبارکہ کے بارے میں بھی بتایا جاتا جس طرح کلمہ شریف اور درود شریف کے بارے میں بتایا جا رہا ہے تو لوگ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے ان الفاظ مبارکہ کو پڑھنے کی سعادت و شرف بھی حاصل کرتے۔

مزید وضاحت:

بلاشک و شبہ کلمہ شریف بھی ذکر ہے درود شریف بھی ذکر اور کلمہ

شریف اور درود شریف نماز کے بعد اور اس کے علاوہ بلند آواز سے پڑھنا جائز و مشروع باعثِ برکت ونزولِ رحمت و باعثِ اجروثواب جبکہ بلند آواز سے پڑھنے کیساتھ کسی نمازی یا قاری یا سونے والے یا مریض وغیرہم کو خلل اندازی و پریشانی و اذیت نہ ہو۔ مگر اس حدیث شریف کو ذکر کر کے اس حدیث کے تحت یہ فرمانا صحیح نہیں۔ کہ

لہٰذا فرض نماز کے فوراً بعد بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کیونکہ اس حدیث شریف سے تو مذکورہ بالا پوری دعا ولو کرہ الکافرون تک کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

اور وہ بھی صرف امام کیلئے نہ کہ مقتدیوں کیلئے بھی۔

حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ پر شدت کی انتہا اور بدگمانی اور فقہی مسئلہ کا خودساختہ مطلب (جو فقہ کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کا یہ مطلب بیان فرمایا) اور مفروضے قائم کر کے نمازی کے پاس باآواز پڑھنے کو جائز قرار دینے کی کوشش''

پمفلٹ بعنوان ''اذان ونماز کے بعد ذکر و درود اور انگوٹھے چومنے کا مسئلہ'' اور اشتہار بعنوان: بعد نماز بلند آوز سے درود شریف پڑھنے کا بیان''

پمفلٹ ص ۷۔۸'' عام طور پر یہ مشہور ہے کہ کسی نمازی کے پاس بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہیئے۔

اور بعض لوگ جو عموماً نماز باجماعت کے بعد آتے ہیں۔ یا ایسے لوگوں کی

حمایت کرتے ہیں یادل میں کچھ بدعقیدگی وغیرہ رکھتے ہیں اس مسئلہ کی آڑ لیکر
مساجد میں نماز کے بعد جو درود پڑھا جاتا ہے اس کو روکنا چاہتے ہیں۔[1] حالانکہ چاہیئے
یہ کہ وہ لوگ خود وقت پر آئیں حکم شریعت کے مطابق نماز باجماعت ادا کریں اور اس
کے بعد مسلمانوں کے ساتھ مل کر بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام پیش کریں مگر اس
کے برعکس وہ ایک تو جماعت ترک کرتے ہیں کیونکہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب
لوگ سنت کے مطابق نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد کلمہ شریف اور درود شریف
پڑھیں یا قرآن پاک کا درس یا کوئی دینی جلسہ منعقد ہو یا بقرعید کے ایام میں بعد نماز
تکبیریں پڑھی جائیں یا نماز کے بعد طواف شروع ہو تو ایک دو تارک الجماعۃ آ کر کہیں
کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے۔ لہٰذا تم یہ ذکر وغیرہ کا سلسلہ بند کر دو ہاں اس کا مطلب یہ
ہے کہ جب نماز کا وقت ہو اور لوگ نماز میں مشغول ہوں یا کسی جگہ پہلے سے کوئی شخص
نماز پڑھ رہا ہو تو اس صورت میں کوئی شخص بعد میں آ کر اس کے پاس بلند آواز سے
پڑھے۔ بہرحال کسی تارک جماعت کی خاطر جماعت کے بعد ایک معقول باقاعدہ
طریقہ سے ذکرِ خیر کو روکنے کی بجائے ایسے شخص کو تنبیہ کی جائے کہ وقت پر جماعت
میں شریک ہوں اور ذکر پاک کی مجلس میں شامل ہو کر سعادت سے بہرہ ور ہوں اور اگر
کبھی جماعت سے رہ جائے تو ذرا الگ ہو کر زیادہ توجہ کیساتھ نماز پڑھ لے۔ لیکن
ذکر پاک کے روکنے کا وبال ہرگز اپنے سر نہ لے۔ کیونکہ نماز کے بعد بلند آواز سے
ذکر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور عہدِ رسالت سے آج تک
مسلمانوں میں جائز و معمول ہے۔ واللہ ورسولہٗ اعلم ''O''۔[2]

---

[1] ابوداؤد محمد صادق، مولانا: اذان ونماز کے بعد ذکر و درود کا مسئلہ، ص ۷

[2] ابوداؤد محمد صادق، مولانا: اشتہار بعنوان بعد نماز بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا بیان، کالم نمبر ۳

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت:

ایک مشہور فقہی مسئلہ کو کہ نمازی کے پاس بلند آواز سے پڑھنا جس سے اس کی نماز میں خلل واقع ہو منع ہے۔ یہ کہنا کہ عام طور پر مشہور ہے کہ کسی نمازی کے پاس بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہیئے۔ کتنا بڑا مغالطہ اور فقہی مسئلہ کی اہمیت کو ختم کرنے کی کوشش ہے اگر یہ فقہی مسئلہ نہیں تو اس کا مطلب بیان کرنے کا کیا مطلب؟۔ پھر اس کا خودساختہ مطلب یہ بیان کرنا کہ جب نماز کا وقت ہو اور لوگ نماز میں مشغول ہوں یا کسی جگہ پہلے سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اس صورت میں کوئی شخص بعد میں آ کر اس کے پاس بلند آواز سے پڑھے یہ نہ چاہیئے۔ یہ خودساختہ مطلب اتنی قیدوں کے ساتھ فقہ کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی اعلیٰحضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ مبارکہ میں اس مسئلہ کا یہ مطلب بیان فرمایا گیا ہے۔ اس خودساختہ مطلب کے مطابق بھی جو نمازی جماعت میں شامل ہوئے امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہیں وہ تو نماز کے وقت نماز میں مشغول ہیں۔ ان کے پاس تو بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔ حالانکہ اس پر بھی عمل نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ اور بعض لوگ جو عموماً نماز باجماعت کے بعد آتے ہیں یا ایسے لوگوں کی حمایت کرتے ہیں یا دل میں کوئی بدعقیدگی وغیرہ رکھتے ہیں (سخت بدگمانی) پھر یہ کہنا کہ اس مسئلہ کی آڑ لیکر مساجد میں نماز کے بعد جو درود پڑھا جاتا ہے اس کو روکنا چاہتے ہیں (بدگمانی) اگر واقعی یہ مسئلہ ہے جیسا کہ مؤلف پمفلٹ مذکورہ خود. فرما رہے ہیں تو کوئی آڑ لے یا نہ لے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ پھر یہ کہنا اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں۔ کہ

جب لوگ سنت کے مطابق نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد کلمہ شریف اور درود شریف پڑھیں یا قرآن پاک کا درس ہو یا کوئی دینی جلسہ منعقد ہو یا بقرعید کے ایام میں بعد نماز تکبیریں پڑھی جائیں۔ یا نماز کے بعد طواف شروع ہو تو ایک یا دو تارک الجماعت آ کر کہیں کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے لہٰذا تم یہ ذکر وغیرہ کا سلسلہ بند کر دو (من گھڑت مفروضہ)

قارئین کرام کیا آپ نے کبھی دیکھا؟ کہ ایک یا دو تارک الجماعت آ کر کہیں کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے لہٰذا تم ذکر و درود و تکبیرات تشریق۔ درس قرآن یا دینی جلسہ بند کر دو یقیناً آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہو گا۔ کیونکہ مساجد میں نماز کے بعد مروجہ بلند آواز سے ذکر و درود پاک و تکبیراتِ تشریق ایک یا آدھ منٹ ہوتا ہے اس کے بعد بلند آواز سے کوئی ذکر کرنے والا نہیں ہوتا۔ تو یہ ایک یا دو تارک الجماعت کس کو کہیں گے کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے لہذا تم ذکر و درود شریف وغیرہ کا سلسلہ بند کر دو ایسے ہی قرآن پاک کا درس ہو یا کوئی دینی جلسہ منعقد ہو تو بھی کبھی کسی نے نہیں کہا کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے لہٰذا تم دینی جلسہ یا درس قرآن بند کر دو بلکہ قرآن پاک کا درس ہو رہا ہو یا دینی جلسہ منعقد ہو۔ تو اس وقت اگر کوئی نمازی مسجد میں آتا ہے تو کچھ فاصلہ پر ایک طرف ہو کر نماز پڑھ لیتا ہے۔

اور پابند جماعت نمازی بھی کبھی کسی عذر کی وجہ سے جماعت سے رہ جاتے ہیں بعد میں آ کر نماز پڑھتے ہیں یا پہلی رکعت نہیں ملتی دوسری، تیسری، یا چوتھی رکعت میں شامل ہوتے ہیں اور امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں ان پر تارکِ الجماعت کا الزام لگا کر ان کے پاس باآواز بلند

ذکر و درود شریف کو جائز قرار دینا کتنی بڑی زیادتی' شدت، اور شرعی مسئلہ، کو بدلنا ہے مسئلہ تو یہ ہے کہ تارک الجماعت بھی اگر نماز پڑھتا ہو تو اس کے پاس بھی آواز بلند پڑھنا جائز نہیں' اور ذکر شروع ہونے کے بعد آنے والے نمازیوں کے علاوہ جو نمازی جماعت میں شامل تھے اور امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس مسئلہ کے خود ساختہ مطلب کے مطابق بھی ان کے پاس بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ وہ تو ذکر شروع ہونے سے پہلے کے نماز پڑھ رہے ہیں ذکر تو امام کے سلام کے بعد شروع ہوا افسوس کہ اس پر بھی عمل نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ جب لوگ سنت کے مطابق نماز با جماعت کے ادا کرنے کے بعد کلمہ شریف یا درود شریف پڑھیں الخ دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ نماز کے بعد آواز بلند ذکر کا سنت ہونا فقہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں اور ائمہ اربعہ رحمھم اللہ تعالیٰ تو اسکے مستحب ہونے کے بھی قائل نہیں بلکہ اس کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔

مصنف ''رشد الایمان فی دورۃ الحدیث والقرآن'' کی شدت اور فقہی مسئلہ کا خود ساختہ مطلب اور بدگمانی ملاحظہ فرمائیں

مؤلف فرماتے ہیں اعتراض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے سے کئی نمازیوں کی نمازوں میں خلل آتا ہے۔ اس لئے یہ ذکر نا جائز ہے؟

جواب: جس شخص نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ غلطی اسکی ہے۔ نہ کہ ذکر کرنے والوں کی وہ تو اپنے وقت پر سنت کے مطابق ذکر کرتے ہیں۔ خلل اس صورت میں منع ہے کہ پہلے سے کوئی

شخص نماز پڑھ رہا ہو اس کے پاس آ کر بلند آواز سے ذکر کرنا شروع کر دیا جائے۔ ایک تارک الجماعت کیلئے پوری جماعت کی سنت چھڑوانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ آذان واقامت درس و وعظ تکبیرات تشریق سے کئی لوگوں کی نمازوں میں خلل آتا ہے۔ ان کی خاطر یہ کام چھوڑ دیئے جائیں گے۔[1]

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

حالانکہ غلطی تو اس صورت میں ہے کہ اس نے بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور اگر کسی عذر کی وجہ سے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو اس کی غلطی نہیں کہ عذر کیوجہ سے جماعت کا چھوڑنا جائز ہے۔ جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں عاقل بالغ قادر پر جماعت کی مواظبت واجب ہے بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار مستحق سزا الخ۔ اور عذر کی وجہ سے چھوڑنیوالا گنہگار نہیں۔

پاخانہ پیشاب ریاح کی حالت شدیدہ' کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش ہو اور ان کے علاوہ جماعت چھوڑنے کے عذر ہیں۔[2]

حدیث شریف میں ہے:

ان عائشه رضی الله عنها انها قالت سمعت

---

[1] مولوی محمد عبدالرشید رشد الایمان ص ۲۲۸

[2] امجد علی اعظمی، صدر الشریعہ ض بہار شریعت حصہ سوئم، ص ۹۷،۹۶

رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا صلوة بحضرة طعام ولا وهو يدافعه الاخبثان[1]

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ تو کھانے کی موجودگی میں نماز ہوتی ہے نہ اس حالت میں کہ نمازی کو پیشاب یا پاخانہ دفع کرے یعنی بھوک کی شدت یا پیشاب پاخانہ کی حاجت کی وجہ سے نماز میں دل نہ لگے تو نماز کامل نہیں ہوتی۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز سے سو جائے یا بھول جائے تو جب یاد آئے پڑھ لے وہی اس کا وقت ہے مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے۔

ليس فى النوم تفريط انما التفريط فى اليقظه۔

کہ سوتے میں (اگر نماز جاتی رہے) تو قصور نہیں قصور تو بیداری میں ہے[2]

اور ہمیں مسلمان کے بارے حسنِ ظن کا حکم فرمایا گیا ہے اس لیئے ہمیں مسلمان کے بارہ میں یہی گمان چاہیے کہ اس بندۂ مؤمن کی جماعت کسی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہے بغیر عذر کے نہیں۔ ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ خواہ مخواہ مسلمان کے فعل کو غلط جامہ پہنائیں اور اس کو غلطی پر محمول کریں اور اگر بغیر کسی

---

[1] مسلم بن حجاج، امام صحیح مسلم جلد نمبر ا ص ۲۰۸

[2] بہار شریعت حصہ چہارم ص ۳۴

عذر کے جان بوجھ کر کسی نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو پھر واقعی اس کی غلطی ہے لیکن پھر بھی ہمیں اجازت نہیں کہ اس کے پاس بلند آواز سے ذکر کریں اور اس کی نماز میں خلل ڈالیں کہ نماز پڑھنا تو غلطی نہیں اور یہ کہنا کہ جس شخص نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی غلطی اس کی ہے نہ کہ ذکر کرنیوالوں کی وہ تو اپنے وقت پر سنت کے مطابق ذکر کرتے ہیں دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ اس کا سنت ہونا فقہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور یہ کہنا کہ خلل اس صورت میں منع ہے کہ پہلے سے نماز پڑھ رہا ہو اس کے پاس باآواز بلند ذکر کرنا شروع کر دیا جائے ایک تارکِ جماعت کیلئے پوری جماعت کی سنت چھڑوانا کہاں کی عقلمندی ہے۔

فقہی مسئلہ کا یہ خودساختہ مطلب فقہ کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا اور نہ ہی اعلیٰحضرت عظیم المرتبت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کا یہ مطلب بیان فرمایا۔ اور اس خودساختہ مطلب کے مطابق بھی جو نمازی جماعت میں شامل تھے جب اپنی بقیہ نماز پڑھیں ان کے پاس تو ذکر باآواز منع ہونا چاہیئے کیونکہ وہ ذکر شروع ہونے سے پہلے کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اسلیئے کہ ذکر تو امام کے سلام کے بعد شروع ہوا۔

نمازی کے پاس ذکر بالجہر کے بارے
حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لاہور
کا مؤقف
اور بندہ مؤلف رسالہ ہذا کو تنبیہ اور نصیحت

(نوٹ): بندہ مؤلف کی طرف سے مکمل وضاحت اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر اصل مقصود اور تمام عبادات کی جان ہے۔ آج کا بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم دنیا اور اس کی دولت کی محبت میں اس قدر مگن ہو چکے ہیں کہ ہمیں نہ تو ربِ کائنات یاد ہے اور نہ ہی اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ہمیں موت یاد ہے اور نہ ہی آخرت، مادہ پرستی کے اس دور میں وہ لوگ قابل قدر ہیں جو اللہ کریم کو یاد کرتے ہیں اور دوسروں کو ذکر الٰہی کی تعلیم اور ترغیب دیتے ہیں۔

پیش نظر رسالہ حضرت مولانا علامہ عبدالغفور نقشبندی مدظلہ العالی مہتمم جامعہ فاروقیہ رضویہ، گھوڑے شاہ لاہور نے تالیف کیا ہے، جس میں فقہائے احناف اور خاص طور پر امام احمد رضا بریلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے فتاویٰ پیش کئے ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر بالجہر کے جائز ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ کسی نمازی کو ایذا نہ ہو، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک شخص

بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے دوسرا آدمی آ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز میں ذکر بالجہر سے خلل بھی پڑے گا اور اسے اذیت بھی پہنچے گی۔ پیش نظر رسالہ میں پیش کئے گئے اقتباسات اسی صورت پر منطبق ہیں اور اس صورت میں ذکر کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور آنے والا حسب گنجائش اسے منع کر سکتا ہے اور منع کرنا واجب ہے۔ جیسے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا۔

ہمارے ہاں جماعت کے بعد تین دفعہ کلمہ طیبہ باآواز پڑھنے کا عام رواج ہے۔ بعض لوگ اس پر معترض ہوتے ہیں کہ اس ذکر سے ان نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہے جن کی ایک یا دو رکعتیں رہ گئی ہیں، لیکن یہ اعتراض قوی نہیں ہے، کیونکہ راقم کا تجربہ ہے کہ کئی دفعہ کچھ نماز رہ گئی بعد میں ادا کرنے سے جماعت کے ذکر کی وجہ سے خلل پیدا نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ذکر صرف تین دفعہ کلمہ طیبہ پر مشتمل ہوتا ہے، طویل ذکر نہیں ہوتا، اس اعتبار سے بھی اگر خلل ہوا تو زیادہ نہیں ہوگا۔

تیسری بات یہ ہے کہ خلل صرف وہابیہ کی نماز میں پڑتا ہے یا ان لوگوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے جو باآواز ذکر الٰہی کو ناجائز قرار دیتے ہیں، بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت قرار دیتے ہیں، جو لوگ ذکر کے جواز اور استحباب کے قائل ہیں انہیں ذکر الٰہی سن کر راحت ہوتی ہے اور ان کی نماز میں خلل نہیں ہوتا۔

پھر اعتراض کرنے والے حضرات صرف یہ کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہیے، حالانکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل ذکر نہ کریں ہاں جب نمازی سنتیں اور نفل پڑھ لیں یا

آیۃ الکرسی اور تسبیح وتکبیر ۳۳۔۳۴ بار پڑھ لیں تو پھر مل کر بلند آواز سے ذکر کر لیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس طرح حاضرین ہر نماز کے ساتھ تین تین بار کلمہ طیبہ کا ورد کر لیں گے۔ اور اگر باجماعت ذکر نہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے سارے دن میں ایک دفعہ کلمۂ طیبہ کا ورد کرنے کا موقع بھی نہ ملے۔

سوال یہ ہے کہ ہمارے جلسے رات کے ایک دو بجے تک جاری رہتے ہیں' اور ان میں بدستور لاؤڈ سپیکر چلتا رہتا ہے' جس سے پورے محلے والوں کی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔ آپ اس شدومد کے ساتھ وہاں پابندی کیوں نہیں لگاتے؟ تکبیرات تشریق ۲۳ نمازوں میں باآواز پڑھی جاتی ہیں' ان سے نماز میں خلل کیوں نہیں آتا؟

آپ فرماتے ہیں کہ بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد نماز کے بعد باآواز ذکر کو مستحب قرار دیتے ہیں' باقی حضرات حتیٰ کہ ائمہ اربعہ اس کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں سوال یہ ہے کہ کسی نے اسے حرام قرار دیا؟ یا اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے؟ اور اگر نہیں تو امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی درج ذیل تحریر ملاحظہ فرمایئے اور فیصلہ کیجئے کہ آپ کا ممانعت پر اصرار کیا حیثیت رکھتا ہے؟

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے' اس کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جو مقاصد شرع سے جاہل وناواقف ہو یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت وشہرت چاہتا ہو۔ بلکہ ائمہ وناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ایسے ناپسندیدہ امر سے

منع کرنا ضروری ہے جو بالاجماع حرام ہو' بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یاد خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کئے جائیں' اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو' مثلاً سورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں روکا نہ جائے' کیونکہ کسی طرح خدا کا نام تو لیں' اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اس کی صحت ہو' جیسے کہ درمختار اور حدیقۃ الندیۃ میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵ تا ۸)

امام علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ (الحدیقۃ الندیۃ ج ۲ ص ۴۰۸ میں) فرماتے ہیں کہ حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شارع علیہ السلام کی طرف سے مسلمانوں کو ذکر خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذن عام ہے۔ لہذا جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو تو انکار مناسب نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ (طبع قدیم) ج ۴ ص ۱۸۲)

راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ اگر آپ دیانت داری سے یہی سمجھتے ہیں کہ ذکر جہر سے نماز میں خلل پڑتا ہے تو صرف ذکر جہر کی مخالفت پر اصرار نہ کریں۔ بلکہ نمازیوں کو یہ مشورہ دیں کہ سنتوں کے ادا کرنے یا تسبیحات پڑھنے کے بعد مل کر ذکر کر لیا کریں اگرچہ باآواز ہو۔

۷/ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۴/ دسمبر ۲۰۰۰ء — محمد عبدالحکیم شرف قادری

بندہ مولف کی طرف سے

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
کے موقف کی مکمل وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت فرماتے ہیں:

''پیشِ نظر رسالہ حضرت مولانا علامہ عبدالغفور نقشبندی مدظلہ العالیٰ مہتمم جامعہ فاروقیہ رضویہ، گھوڑے شاہ لاہور نے تالیف کیا ہے، جس میں فقہائے احناف اور خاص طور پر امام احمد رضا بریلوی رحمھم اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ پیش کیے ہیں، جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر بالجہر کے جائز ہونے کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ کسی نمازی کو ایذا نہ ہو، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک شخص بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے دوسرا آدمی آ کر نماز پڑھتا ہے تو اسکی نماز میں ذکر جہر سے خلل بھی پڑے گا اور اسے اذیت بھی پہنچے گی۔ پیش نظر رسالہ میں پیش کیے گئے اقتباسات اسی صورت پر منطبق ہیں اور اس صورت میں ذکر کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور آنے والا حسبِ گنجائش اسے منع کر سکتا ہے اور منع کرنا واجب ہے جیسے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا۔''

بندۂ مولف کی طرف سے وضاحت

حضرت خود فرمارہے ہیں کہ فقہائے احناف اور خاص طور پر امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہم اللہ کے فتاویٰ مبارکہ پیش کیے گئے ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر بالجہر کے جائز ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ کسی نمازی کو ایذا نہ ہو۔ قارئین غور فرمائیں یہ الفاظ ''کسی نمازی کو ایذا نہ ہو'' اپنے عموم وکلیت میں (چاہے پہلے سے نماز پڑھتا ہو یا بعد میں آ کر نماز پڑھتا ہو) اس قدر واضح ہیں کہ ان کے بعد مزید وضاحت کی کوئی ضرورت نہیں اس کے باوجود حضرت کا فرمانا ''اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک شخص بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے دوسرا آدمی آ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز میں ذکر جہر سے خلل بھی پڑے گا اور اسے اذیت بھی پہنچے گی۔'' بالکل بے معنی اور بے ضرورت ہے اور یہ خودساختہ' بے ضرورت' بعید از عقل منفرد و دیگر مولفین سے مختلف وبرعکس ،مضحکہ خیز واضح مطلب فقہ کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ میں ذکر بالجہر کے ناجائز ہونے کو نمازی کی اسی ایک صورت کیساتھ مخصوص فرمایا گیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو پہلے سے نماز پڑھ رہا ہے اس کی نماز میں ذکر بالجہر سے خلل نہیں پڑے گا۔ اس کو اذیت بھی نہیں پہنچے گی۔ یعنی وہی نمازی بعد میں آئے تو ذکر بالجہر سے اس کی نماز میں خلل پڑے گا اور اسے اذیت بھی پہنچے گی۔ اور اگر وہی نمازی پہلے سے نماز پڑھتا ہو تو اسی ذکر بالجہر سے اس کی نماز میں خلل نہیں پڑے گا۔ اور اسے اذیت بھی نہیں پہنچے گی۔ حضرت کا یہ مقرر کردہ مضحکہ

خیز منفرد معیار ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور حضرت فرماتے ہیں ''پیش نظر رسالہ میں پیش کیئے گئے اقتباسات اسی صورت پر منطبق ہیں'' یعنی فقہائے احناف اور خاص طور پر امام احمد رضا بریلوی رحمھم اللہ تعالیٰ کے پیش کئے گئے فتاویٰ مبارکہ جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر بالجہر کے جائز ہونے کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ کسی نمازی کو ایذا نہ ہواُن کا یہی مطلب ہے اور وہ اسی صورت پر محمول ہیں کہ ایک شخص بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے دوسرا آدمی آکر نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز میں ذکر بالجہر سے خلل بھی پڑے گا۔ اور اسے اذیت بھی پہنچے گی۔'' حالانکہ فقہ حنفی کی کتابوں اور امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ میں نمازی کی ایذا کی ممانعت کو **اس** ایک صورت کے ساتھ مخصوص نہیں کیا گیا۔ بلکہ عام ہے۔

فقہائے احناف فرماتے ہیں:

الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل او قارئ

مگر یہ کہ انکا جہر کسی سونے والے یا کسی نمازی یا قاری کو تشویش میں ڈالے تو جہر منع ہے۔ اور امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

درود شریف ذکر ہے اور ذکر بالجہر جائز جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف الخ

تعجب ہے کہ موجودہ دور میں اس سے پہلے آج تک جو رسائل کتابیں اشتہارات نماز کے فوراً بعد ذکر بالجہر کے جواز و استحباب میں شائع ہوئے ہیں ان

میں بیان کیا گیا ہے کہ پہلے سے نماز پڑھنے والے کو ذکر بالجہر سے ایذا منع ہے۔ صف 98`102`114`118 پر ملاحظہ فرمائیں اور حضرت نے بیان فرمایا کہ بعد میں آ کر نماز پڑھنے والے کو ذکر بالجہر سے ایذا منع ہے۔ بندۂ مؤلف کا موقف تو وہی ہے جو فقہائے احناف اور شیخ محقق اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے کہ ذکر بالجہر سے کسی نمازی کی ایذا جائز نہیں (چاہے پہلے سے نماز پڑھتا ہو یا بعد میں آ کر نماز پڑھتا ہو)

الحمد اللہ ان حضرات نے ذکر بالجہر سے نمازی کی دونوں قسموں (پہلے سے نماز پڑھتا ہو یا بعد میں آ کر نماز پڑھتا ہو) کی ایذا کا منع ہونا بیان کر دیا۔

ایک قسم کا پہلے مؤلفین نے اور ایک قسم کا حضرت نے۔

اور فرماتے ہیں

''اس صورت میں ذکر کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور آنے والا نمازی حسبِ گنجائش اسے منع کر سکتا ہے اور منع کرنا واجب ہے''

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذکر کرنے والے کیلئے ضروری نہیں کہ پہلے سے نماز پڑھنے والے کیلئے جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور پہلے سے نماز پڑھنے والے کا کوئی حق نہیں کہ اس کے لیے جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور نہ پہلے سے نماز پڑھنے والا حسبِ گنجائش اسے منع کر سکتا ہے۔ اور منع کرنا واجب بھی نہیں اور بعد میں آنے والے نمازی کا حق ہے کہ پہلے سے ذکر کرنے والا اس کیلئے جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور آنے والا حسبِ گنجائش اسے منع کر سکتا ہے اور منع کرنا واجب ہے اور پہلے سے نماز پڑھنے والا حسبِ گنجائش اسے منع نہیں کر سکتا

ہے اور منع کرنا واجب بھی نہیں یعنی نمازی کا بعد میں آنا کمال وخوبی ہوا اور پہلے سے آنا قصور و غلطی حالانکہ بعد میں آنے والے نمازی کیلئے جائز نہیں کہ پہلے سے باآواز بلند ذکر کرنے والے کے پاس جا کر نماز پڑھے۔ اور ذکر کرنے والے کیلئے ضروری نہیں کہ اس کیلئے جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے۔ یہ مسئلہ تو صرف مسجد کے ساتھ متعلق و مخصوص ہے، اس لیئے کہ مسجدیں فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے بنائی گئی ہیں۔۔

مسجد کا لغوی اور شرعی معنی: حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مسجد بکسر جیم وفتحہ آں نیز جائز است۔ ونزد فقہاء بکسر جیم نام خانۂ خاص کہ برائے نماز گزاردن بنا کنند[1] یعنی بکسر جیم مسجد فقہاء کے نزدیک اس خاص گھر کا نام ہے جو نماز ادا کرنے کیلئے بناتے ہیں۔ حضرت ملاّ علی بن سلطان القاری الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والمسجد لغة محل السجود وشرعاً المحل الموقوف للصلوة فيه[2]

اور مسجد کا لغوی معنی جائے سجود اور شرعاً وہ جگہ جو وقف کر دی گئی ہو کہ اس میں نماز ادا کی جائے۔

اور حضرت مفتی احمد یار خانصاحب نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مسجد کے لغوی معنی ہیں سجدہ گاہ مگر شریعت میں وہ جگہ مسجد ہے جو نماز کیلئے وقف ہو[3]

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات جلد اول، ص ۳۲۳

[2] ملا علی قاری، امام: مرقات المفاتیح، الجزء الثانی، ص ۱۸۲

[3] احمد یار خاں، مفتی: مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اوّل ص ۴۸۲

اور نماز سے مراد فرض نماز ہے کیونکہ فرض کے علاوہ نماز گھر میں، افضل ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عن زید بن ثابت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة المرء فی بیته افضل من صلوته فی مسجدی هذا الا المکتوبة[1]

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کی نماز اپنے گھر میں میری اس مسجد میں نماز سے افضل ہے سوائے فرض نماز کے۔

اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے عمل مبارک سے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ قبلیہ سنتیں گھروں میں پڑھتے، فرض نمازیں مسجد میں اور بعدیہ سنتیں بھی گھروں میں جا کر پڑھتے) بھی اس کی وضاحت و تائید ہوتی ہے کہ مسجدیں فرض نمازوں کی ادائیگی کیلئے بنائی جاتی ہیں اور امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسجد میں ذکر بالجہر سے نمازی کی ایذا کی ممانعت کی غایت ونہایت بیان فرمائی۔ کہ مسجد میں ذکر بالجہر سے نمازی کی ایذا کی ممانعت یہاں تک ہے کہ مسجد میں باآواز پڑھ رہا تھا جب کوئی شخص نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے چنانچہ امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

1. ولی الدین محمد، امام: مشکوۃ شریف ۱۱۵

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باآواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے۔ مسجد میں جب اکیلا تھا اور باآواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی نماز کیلئے آئے۔ فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم [1]

اور حضرت فرماتے ہیں:

''ہمارے ہاں جماعت کے بعد تین دفعہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا رواج ہے بعض لوگ اس پر معترض ہوتے ہیں کہ اس ذکر سے ان نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہے جن کی ایک یا دو رکعتیں رہ گئی ہیں لیکن یہ اعتراض قوی نہیں کیونکہ راقم کا تجربہ ہے کہ کئی دفعہ کچھ نماز رہ گئی بعد میں ادا کرنے سے جماعت کے ذکر کی وجہ سے خلل پیدا نہیں ہوا۔''

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

حضرت کے نزدیک ذکر بالجھر سے نمازی کا بھولنا ہی خلل ہے حالانکہ نمازی کا بھولنا، دقت دشواری سے نماز پڑھنا ہی خلل نہیں بلکہ نمازی کی **توجہ کا ہٹنا یا بٹنا** اور نمازی کی توجہ کا کسی دوسری چیز کی طرف ہونا **چاہے** کلمہ طیبہ یا درود شریف کی آواز کی طرف ہو اور اسے کلمہ طیبہ یا درود شریف سن کر راحت ہونا مزہ آنا بھی خلل کیونکہ یہ نمازی کے اپنے رب کی طرف متوجہ ہونے اور اس کی ساتھ مناجات کرنے اور ہمکلام ہونے اور اسکے ساتھ حضور خالص میں حائل ہے۔

اور جب نمازی کی توجہ دوسری طرف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی توجہ ہٹالیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: صفحہ 141 پر ملاحظہ فرمائیں۔

[1] احمد رضا بریلوی۔ امام فتاوی رضویہ طبع جدید رضا فاؤنڈیشن جلد ہشتم ص ۱۰۰

سبحان اللہ! حضرت نے اپنے تجربہ کو'' کہ راقم کی نماز میں جماعت کے ذکر سے خلل پیدا نہیں ہوا'' شرعی مسئلہ بنا دیا کہ نمازیوں کے پاس ذکر بالجہر جائز ہے۔ اگر بالفرض جماعت کے ذکر سے حضرت کی نماز میں خلل پیدا نہیں ہوا اور دوسرے نمازیوں کی نمازوں میں خلل پیدا ہوتا ہو حتیٰ کہ اگر کسی ایک نمازی کی نماز میں بھی خلل پیدا ہو تو بھی ذکر بالجہر جائز نہیں۔ امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مکرمی السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ بآواز نہ پڑھا جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ ہو۔ الخ[1] غور طلب الفاظ ''کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا''

اور حضرت فرماتے ہیں:

''دوسری بات یہ ہے کہ ذکر صرف تین دفعہ کلمہ طیبہ پر مشتمل ہوتا ہے، طویل ذکر نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے بھی اگر خلل ہوا تو زیادہ نہیں ہوگا۔''

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت: اس کا مطلب یہ ہوا کہ تھوڑا خلل ڈالنا جائز ہے حالانکہ نمازی کی نماز میں خلل ڈالنا مطلقاً منع ہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔ جیسا کہ فقہ حنفی کی کتابوں اور امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ میں مذکور ہے۔

نوٹ: حضرت نے تھوڑا خلل ڈالنا جائز قرار دے دیا۔ اور زیادہ خلل ڈالنا ناجائز قرار

1۔ فتاویٰ رضویہ ا جلد سوم ص ۱۰۶۔

نہیں دیا۔ حضرت کو چاہیئے کہ یہ مسئلہ بیان فرمادیں کہ زیادہ خلل ڈالنا جائز نہیں۔ یقیناً حضرت یہ مسئلہ بیان فرما سکتے ہیں نہ زیادہ خلل ڈالنے پر پابندی لگا سکتے ہیں کہ تین دفعہ سے زیادہ بار کلمہ طیبہ نہ پڑھیں۔ بعض مساجد میں تو دیر تک بآ واز بلند کلمہ طیبہ اور دود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔

نوٹ: خلل آنے یا نہ آنے کا مطلب صفحہ 137 تا 141 پر ملاحظہ فرمائیں۔

اور حضرت فرماتے ہیں:

''تیسری بات یہ ہے کہ خلل صرف وہابیہ کی نماز میں آتا ہے یا ان لوگوں کی نمازوں میں خلل واقع ہوتا ہے جو بآواز ذکر الٰہی کو ناجائز قرار دیتے ہیں بدعتِ سیئہ اور بدعتِ ضلالت قرار دیتے ہیں۔ جو لوگ ذکر کے جواز اور استحباب کے قائل ہیں انہیں ذکرِ الٰہی سُن کر راحت ہوتی ہے، اور ان کی نماز میں خلل نہیں ہوتا۔''

بندۂ مؤلف کی طرف سے وضاحت:

وہابیہ کہنے والا ہتھیار یہ ایک ایسا زبردست ہتھیار ہے کہ اس ہتھیار کے ساتھ حملہ کے آگے ٹھہرنا ناممکن تو نہیں مشکل ضرور ہے، پاؤں اکھڑ جاتے ہیں پاؤں پر کھڑا رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل مجھ بندۂ مسکین کمزور وناتواں کو پاؤں پر کھڑا رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بندۂ مؤلف ناکارہ اور نالائق کی تو دین ومسلک کیلئے کوئی خدمت نہیں، ہمارے متعدد دوست احباب سنی صیح العقیدہ نمازی جن کا مجھے علم ہے جن کی خدمات مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کیلئے بہت زیادہ ہیں۔

تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہر وقت ہر قربانی کیلئے تیار رہتے ہیں۔ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوسوں میں شامل ہونے والے لاٹھیاں کھانے والے زخمی ہونے والے، جیل جانے والے، میلا دالنبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جلسوں میں صرف شامل ہی نہیں انکا اہتمام کرنے والے علمائے اہل سنت بالخصوص اعلحضرت عظیم المرتبت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں، رسائل خرید کر مفت تقسیم کرنے والے یوم رضا پر جلسے، کانفرنسیں منعقد کرنے والے، بزم رضا، بزم اعلحضرت کے نام پر تنظیمیں قائم کرنے والے، علاوہ ازیں خدمات جن کا اظہار مناسب نہیں یقیناً وہابیہ نہیں۔

اور وہ باآواز ذکر الٰہی کو ناجائز بھی قرار نہیں دیتے، جائز سمجھتے ہیں بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت بھی قرار نہیں دیتے اور اکثر اکابر علماء اہلسنت جن میں سے بعض کی تقاریظ بھی اس رسالہ میں شامل ہیں اُن کا بھی یہی موقف ہے کہ نمازی کے پاس اُس کے فارغ ہونے تک ذکر الٰہی باآواز بلند نہ کیا جائے اور درود شریف باآواز بلند نہ پڑھا جائے اس سے نمازوں میں خلل آتا ہے۔ اور اکثر نے اپنے بارے بتایا کہ بعض دفعہ ہماری بعض رکعتیں رہ جاتی ہیں، جب وہ بقیہ رکعتیں پڑھتے ہیں تو باآواز ذکر و درود سے بھولتے ہیں اور نماز ادا کرنے میں دقت و دشواری ہوتی ہے۔

حضرت کا یہ فرما کر کہ ”خلل صرف وہابیہ کی نماز میں پڑتا ہے یا اُن لوگوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے جو باآواز ذکر الٰہی کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور

بدعت سیئہ و بدعت ضلالت قرار دیتے ہیں'' اُن تمام کو وہابیہ قرار دینا اور با آواز بلند ذکر الٰہی کو ناجائز قرار دینے والے بدعت سیئہ و بدعت ضلالت قرار دینے والے کہنا انتہائی شدت و بدگمانی و بے انصافی ہے۔

نوٹ: اعلیٰحضرت حضرت امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ (وہابیہ کہنے والا) ہتھیار استعمال نہیں فرمایا کہ (خلل صرف وہابیہ کی نماز میں پڑتا ہے) جو آپ کے ماننے والے استعمال کر رہے ہیں۔ آپ کے مذکورہ بالا فتاویٰ مبارکہ جو کہ زینتِ رسالہ ہذا ہیں کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

سوال: اگر کوئی مسجد میں با آواز بلند درود و وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پڑتی ہے، لوگ بھول جاتے ہیں، خیال بہک جاتا ہے، ایسے موقع پر ذکر بالجہر و تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے؟ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔

الجواب: بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے۔ اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحدِ قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے،

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه ذالك اضعف الايمان۔ الخ

جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے

مٹادے بند کردے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے یہ سب میں کمتر درجہ ایمان کا ہے۔ الخ۔

الجواب: جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ بآواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے الخ۔

الجواب: مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

درود شریف خواہ کوئی وظیفہ بآواز نہ پڑھا جائے جبکہ اسکے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو۔ الخ

الجواب: درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا ہو۔ الخ۔

حضرت فرماتے ہیں جو لوگ ذکر کے جواز واستحباب کے قائل ہیں انہیں ذکر الٰہی سُن کر راحت ہوتی ہے اور انکی نماز میں خلل نہیں ہوتا اور فرماتے ہیں راقم کا تجربہ ہے کہ کئی دفعہ کچھ نماز رہ گئی بعد میں ادا کرنے سے جماعت کے ذکر کی وجہ سے خلل پیدا نہیں ہوا۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

نمازی کے پاس بآواز بلند پڑھنا ہی نمازی کو اذیت دینا اور خلل میں ڈالنا ہے اور اسکے سننے سے نمازی کو مزا آنا راحت ہونا اذیت و خلل ہے

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بعض بعض کو ہرگز

اذیت نہ دے اور تمہارا بعض بعض پر قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، جو مقتدایان دین ہیں، جن کی اقتداء ہدایت یافتہ ہونے کا معیار ہے، جن کی اتباع و پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، جو بلاشک وشبہ تمام امتِ محمدیہ سے بہتر ہیں ذکرِ الٰہی سننے کا مزہ ان سے زیادہ کسی کو نہیں آ سکتا، ذکرِ الٰہی سے راحت ان سے زیادہ کسی کو نہیں ہو سکتی پھر جبکہ ذکر کرنے والے بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں جو بلا واسطہ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پڑھنے والے ہیں، جن سے بہتر قرآن پڑھنے والا کوئی نہیں ہوسکتا ان سے سننے کے مزہ کا بیان کرنا تو درکنار ہم اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے، ان نفوس قدسیہ، ان برگزیدہ ہستیوں کو تنبیہ اور تاکید کے ساتھ فرمایا:

الا ان کلکم مناج ربه

خبردار! بیشک تم تمام اپنے رب سے مناجات کرنے والے ہو۔

اور بخاری ومسلم کی مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حرف حصر کے ساتھ ہے:

اذا قام احدکم الی الصلوة فلا یبصق امامه فانما یناجی الله مادام فی مصلاه [1]

اور بخاری کی مذکورہ بالا حدیث میں بھی حرف حصر کے ساتھ۔

ان احدکم اذا قام الی الصلوة فانما یناجی ربه الخ [2]

---

[1] ولی الدین محمد، امام: مشکوۃ بحوالہ صحیحین، ص ۶۹

[2] ولی الدین، محمد، امام: مشکوۃ، ص ۷۱

عارف باللہ شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمہ فرماتے ہیں چوں ایستاد یکے از شما بہ نماز پس باید کہ نیند از د آب دھن پیش روئے خود بجانب قبلہ زیرا کہ وے مناجات می کند و توجہ می آرد مگر خدائے تعالیٰ را امام اِمْ کہ جائے نماز خود ست بدرستے کہ یکے از شما چوں بایستد بسوئے نماز پس مناجات می کند و راز می گوید مگر پروردگار خود را۔

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے قبلہ کی طرف نہ تھوکے، اسلیئے کہ وہ مناجات نہیں کرتا مگر خدا تعالیٰ سے اور توجّہ نہیں لاتا مگر خدائے تعالیٰ کی طرف، جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہے۔ بیشک جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے کھڑا ہو تو وہ مناجات نہیں کرتا مگر اپنے ربّ سے، اور توجّہ نہیں لاتا مگر اپنے رب کی طرف یعنی وہ اپنے رب ہی سے مناجات کرتا اور اپنے رب ہی کی طرف متوجّہ ہوتا ہے۔ پھر

مؤکد بہ نونِ ثقلیہ فرمایا: فلا یوذین بعضکم بعضاً[1]

تو تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیّت نہ دے،

پھر اس کا واضح بیان فرمایا۔ سبحان اللہ! قربان اس افصح الفصحاء، صاحب جوامع الکلم شاگرد رشید حق تعالیٰ، معلّم اعظم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے۔

فلا یرفع بعضکم علی بعض فی القراءۃ[2]

---

[1] احمد بن حسین، امام: السنن الکبریٰ، جلد ثالث، ص ۱۱

[2] احمد بن حسین، امام: السنن الکبریٰ جلد ثالث، ص ۱۱

اور السنن الکبریٰ بیھقی شریف میں ہے کہ مؤکد بنون ثقلیہ فرمایا:

ولا یرفعن بعضکم علی بعض فی القراءۃ فی الصلوۃ[3]

تو تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں قرأت میں ہرگز آواز بلند نہ کرے۔

معلوم ہوا نمازی کے پاس بآواز بلند پڑھنا ہی نمازی کو اذیت دینا ہے اور اس کے سننے سے جس طرح نمازی کا بھولنا دشواری سے نماز پڑھنا اذیت وخلل ہے، مزا آنا راحت ہونا بھی اذیّت وخلل ہے۔ اس لیئے کہ یہ مزہ وراحت نمازی کی اپنے رب سے مناجات اور راز کہنے اور ہم کلام ہونے اور متوجہ ہونے میں حائل وحجاب ورکاٹ ہے۔ خالص مناجات وہمکلامی کا راحت ومزہ ہی مفید ونافع ہے۔ خارجی راحت و مزہ ضرر واذیت کہ وہ نمازی کی اپنی رب سے مناجات وہمکلامی وحضور خالص سے توجہ ہٹانے والا ہے۔

اور نیز حضور بارگاہ رب العزّت جل جلالہ کے ادب کے خلاف ہے کہ نمازی کسی دوسری طرف متوجہ ہو چاہے کلمہ شریف یا درود شریف ہی ہو اور اس سے مزہ لے کیونکہ نمازی اپنے رب ہی سے مناجات کرنے والا، اپنے رب ہی سے راز کہنے والا، اپنے رب ہی سے ہمکلام ہونیوالا، اور اپنے رب ہی کی طرف متوجہ ہونے والا ہے۔

جس طرح جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کو فقہاء کرام کے مکروہ فرمانے کی وجہ امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ یہاں بھی اس کا منشاء عوارض ہی ہیں قلب ہمراہیاں کا مشوش ہونا یا موت سے دوسری طرف

توجہ کرنا کہ کلام اگرچہ ذکر ہی ہو اگرچہ آہستہ ہو اُس تصور موت سے کہ بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے زنگ دل سے دھونے والا ہے) روکے گا یا کم از کم دل تو بٹ جائے گا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے۔ ورنہ حاش للہ ذکر خدا اور رسول نہ کسی وقت منع ہے نہ کوئی چیز اس سے بہتر الخ[1]

کیونکہ نمازی اپنے رب ہی سے مناجات کرنے والا' اپنے رب ہی سے راز کہنے والا' اپنے رب ہی سے ہم کلام ہونے والا اور اپنے رب ہی کی طرف متوجہ ہونے والا ہے۔

> اور اللہ عزوجل بھی نمازی کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہے جب تک کہ وہ کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے

عن ابی ذر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یزال الله عزوجل مقبلاً علی العبد وهو فی صلوٰته مالم یلتفت فاذا التفت انصرف عنه[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل بندے کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتا ہے جب تک وہ اپنی نماز میں ہے' جب تک وہ کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ پھر جب وہ کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے توجہ ہٹالیتا ہے۔

1۔ امام احمد رضا بریلوی' امام: فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۴
2۔ ولی الدین محمد' امام: مشکوۃ بحوالہ احمد وابوداؤد ودارمی' ص ۹۱

معلوم ہوا جو چیز بھی نمازی کی اپنے رب سے مناجات وہم کلامی سے توجہ ہٹانے والی ہے وہی نمازی کے خلل واذیت کا سبب ہے مزہ ہو یا بدمزگی، راحت ہو یا کلفت اور نمازی کی توجہ کا ہٹنا خلل واذیت ہے کہ اُس سے اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی توجہ ہٹالیتا ہے۔

نمازی کا نماز میں حسن قرأت سے مزہ لینا لذّت حاصل کرنا بھی حضور خالص میں حائل وحجاب ہے

عالم ربانی الشیخ احمد المعروف بہ ملا احمد جیون استاذ مکرم ابی مظفر محی الدین عالمگیر اورنگ زیب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وجواز الصلوة بالفارسيه انما هو لعذر حكمى وهو ان حالة الصلوة حالة المناجات مع الله تعالى والنظم العربى معجز بليغ فلعله لا يقدر عليه اولانه ان اشتغل بالعربى ينتقل الذهن منه الى حسن البلاغة والبراعة ويتلذذ بالا سجاع والفواصل ولم يخلص الحضور مع الله تعالىٰ بل يكون هذا النظم حجابا بينه وبين الله تعالىٰ وكان ابوحنيفة رحمه الله تعالىٰ مستغرقا فى بحرالتوحيد والمشاهدة لا يلتفت الا الى الذات فلا طعن عليه فى انه كيف يجوز القراء ة

بالفارسی مع القدرة علی العربی المنزل[۱]

ترجمہ: عالم ربانی حضرت الشیخ احمد المعروف بہ ملّا احمد جیون رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے عربی نظم پر قدرت کے باوجود نماز میں فارسی قرأت کو جائز قرار دینے کی ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ فارسی میں نماز کا جائز ہونا ایک عذر حکمی ہی کی وجہ سے ہے اور وہ یہ کہ نماز کی حالت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کی حالت ہے اور عربی نظم معجز بلیغ ہے تو شاید اس کو اس پر قدرت نہ ہو یا اس لیے کہ بیشک وہ اگر عربی کے ساتھ مشغول ہو تو اس کا ذہن بلاغت اور براعت کے حسن کی طرف منتقل ہو جائے اور وہ اسجاع اور فواصل کے ساتھ لذّت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور خالص نہ رہے۔ بلکہ یہ نظم اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہو جائے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ توحید اور مشاہدہ کے دریا میں مستغرق تھے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ ان پر کوئی طعن نہیں اس بات پر کہ انہوں نے منزل عربی پر قدرت کے ہوتے ہوئے فارسی میں قرأت کو کیسے جائز قرار دیا۔

نوٹ :۔ اگرچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف رجوع فرمالیا صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نماز میں غیر عربی عبارت کی قرأت جائز قرار نہیں دیتے جیسا کہ نوح بن مریم نے اسے روایت کیا کذا فی التلویح وفی درالمختار الاصح رجوعہ الی قولھما وعلیہ الفتویٰ۔

---

۱ ملا احمد جیون، امام: نور الانوار، ص ۹

اور حضرت فرماتے ہیں:

پھر اعتراض کرنے والے حضرات صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔ حالانکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل ذکر نہ کریں۔ ہاں جب نمازی سنتیں اور نفل پڑھ لیں یا آیۃ الکرسی اور تسبیح و تکبیر تینتیس ۳۳۔ چونتیس ۳۴ بار پڑھ لیں تو پھر مل کر بلند آواز سے ذکر کر لیں مقصد یہ ہے کہ اس طرح حاضرین ہر نماز کے ساتھ تین تین بار کلمہ طیبہ کا ورد کر لیں گے اور اگر با جماعت ذکر نہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے سارے دن میں ایک مرتبہ کلمہ طیبہ کا ورد کرنے کا موقع بھی نہ ملے۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

حالانکہ بندہ مؤلف نلمچیز نے ابتداء رسالہ ہذا صفحہ ۲۳ میں عرض کیا ہے کہ نمازی کے پاس یا آواز بلند ذکر کے بارے بندۂ مؤلف کا موقف وہی ہے جو فقہائے کرام اور عارف باللہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور اعلیٰحضرت مولٰینا شاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ، کا ہے۔ کہ ذکر بالجہر بلا شک وشبہ جائز ہے نماز کے **فوراً بعد** یا اس کے علاوہ جب کہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحتِ شرعیہ کا خلاف۔ اس کے باوجود حضرت کا یہ فرمانا کہ ''پھر اعتراض کرنے والے حضرات صرف یہ کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔'' کتنی زیادتی اور بے انصافی ہے اسلئے کہ بندہ مولف نے کبھی نہیں کہا کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔

اور حضرت تو فرما رہے ہیں حالانکہ ''یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل ذکر نہ کریں اور

سنتیں اور نفل پڑھ لیں یا آیۃ الکرسی اور تسبیح وتکبیر ۳۳۔۳۴۔ بار پڑھ لیں تو پھر مل کر بلند آواز سے ذکر کرلیں، حالانکہ بندہ مولف ناچیز نے تو رسالہ ہذا کے ابتدائیہ میں صفحہ ۳۷ پر وضاحت کردی ہے کہ امام کے سلام کے بعد دیکھ لیں اگر تمام نمازی فارغ ہو چکے ہوں تو اسی وقت جس طرح چاہیں آہستہ یا بآواز بلند الگ الگ یا مل کر ذکر الٰہی کریں، درود شریف پڑھیں اور اگر ایک یا زیادہ جماعت میں شامل نمازی اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہیں تو ان کے فارغ ہونے تک آہستہ ذکر کرلیں آہستہ درود شریف پڑھ لیں۔ جب وہ نمازی فارغ ہو جائیں اور وہاں اور بھی کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو تو جس طرح چاہیں آہستہ یا بآواز بلند الگ الگ یا ملکر ذکر الٰہی کریں درود شریف پڑھیں۔ حضرت تو پابندی لگا رہے ہیں کہ تین بار کلمہ طیبہ مل کر بآواز بلند پڑھ لیں اور بندہ مولف کی گذارش وعرض ہے تین بار یا تین بار سے زیادہ کلمہ طیبہ یا درود شریف یا کوئی اور ذکر جتنا چاہیں الگ الگ یا مل کر آہستہ یا بآواز بلند جس طرح چاہیں کریں۔ بندہ ناچیز کو پابندی لگانے کا اختیار نہیں اور جب نمازی سنتیں اور نفل'' آیۃ الکرسی تسبیح وتکبیر ۳۳۔۳۴ بار پڑھ لیں پھر جس طرح چاہیں آہستہ یا با آواز بلند الگ الگ یا مل کر ذکر کرلیں

حضرت فرماتے ہیں

سوال یہ ہے کہ ہمارے جلسے رات کے ایک دو بجے تک جاری رہتے ہیں اور ان میں بدستور لاؤڈ سپیکر چلتا رہتا ہے جس سے پورے محلے والوں کی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔ آپ اس شدومد کے ساتھ وہاں پابندی کیوں نہیں لگاتے تکبیرات تشریق ۲۳ نمازوں میں بآواز پڑھی جاتی ہیں۔ ان سے نماز میں خلل کیوں نہیں آتا؟

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

اس طرح لاؤڈ سپیکر چلانا اور اس کا بے جا استعمال کہ پورے محلّے والوں کی نیند اچاٹ ہو جائے بلا شک وشبہ ناجائز ہے ہمارا عمل اس پر ہو یا نہ ہو۔ اور عمل ہونا چاہیے انشاءاللہ العزیز عمل کرینگے حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

الجواب :۔ مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ، درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باآواز نہ پڑھا جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو الخ [1]

ظاہر ہے کہ ایک سونے والے کی ایذا یعنی اسکی نیند میں خلل ڈالنا ناجائز ومنع ہے تو پورے محلّے کے سونے والوں کی ایذا اور ان کی نیند اچاٹ کرنا کیسے جائز ہوگا؟ ہمیں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی لحاظ چاہیئے۔ جس خدا کا ذکر کرتے ہیں، جس خدا کے احکام کی تبلیغ کرتے ہیں، اس خدائے تعالیٰ نے ہمیں حقوق العباد کے لحاظ ورعایت کا بھی حکم فرمایا ہے۔ مگر لاؤڈ سپیکر پر پابندی لگانا بندہ مؤلف ناچیز کے بس میں نہیں بندہ کو اس پر قدرت نہیں۔ اور تکبیرات تشریق ۲۳ نمازوں میں باآواز پڑھنے سے نماز میں خلل کیوں نہیں آتا کی وضاحت غلط فہمیوں کا ازالہ ہیں ص ۱۷۱ پر ملاحظہ فرمائیں نماز کے متصل بعد ذکر بالجھر کو تکبیرات تشریق پر قیاس نہیں کر سکتے۔

اور حضرت فرماتے ہیں کہ

آپ فرماتے ہیں کہ بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد نماز کے بعد باآواز ذکر کو مستحب قرار دیتے ہیں باقی حضرات بلکہ آئمہ اربعہ اس کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں سوال یہ ہے کہ کسی نے اسے حرام قرار دیا؟ یا اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے؟"

[1] فتاوی رضویہ طبع جدید رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد ششم ص ۲۳۳

بندہ مؤلف کی طرف سے اسکی مکمل وضاحت ص 72 پر ملاحظہ فرمائیں۔

اور حضرت فرماتے ہیں:

''اور اگر نہیں یعنی اگر کسی نے اسے حرام قرار نہیں دیا یا اس کے حرام ہونے پر اجماع نہیں تو امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی درج ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے کہ آپ کا ممانعت پر اصرار کیا حیثیت رکھتا ہے؟ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

عوام کو اللہ عز وجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جو مقاصد شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو''

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت: واقعی عوام کو اللہ عزّ وجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو، محض بدخواہی عام مسلمین ہے۔ الخ

اولاً: مگر ذکر بالجہر جس کے باعث کسی نمازی کو ایذا و خلل ہو شرعاً گناہ ہے اس لئے اس سے منع کرنا ضروری ہے بدخواہی عام مسلمین نہیں۔

ثانیاً: نماز کے بعد متصل ذکر بالجہر جب جماعت میں شامل ہونے والے نمازی اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہوں صرف عوام ہی نہیں خواص بلکہ خواص الخواص یعنی علماء کرام بھی کرتے ہیں اور خواص اور خواص الخواص کو منع کرنا تو بدخواہی عام مسلمین نہیں۔

ثالثاً: جو امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے۔ الخ

وہی امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں درود شریف خواہ کوئی وظیفہ بآواز نہ پڑھا جائے جب کہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو۔ حضرت ان دونوں فرمانوں میں تطبیق ارشاد فرمائیں تو مسئلہ خود بخود واضح ہو جائے گا۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت: واقعی بندہ ناچیز کی کوئی حیثیت نہیں اور حضرت کا خواہ مخواہ بندہ ناچیز کو نماز کے بعد بآواز ذکر کی ممانعت پر اصرار کرنیوالا فرمانا سراسر ناانصافی والزام ہے اولاً اسلئے کہ ابتدائے رسالہ ہذا میں عرض کیا ہے کہ نمازی کے پاس بآواز بلند ذکر کے بارے بندہ مؤلف کا مؤقف وہی ہے جو فقہائے احناف، شیخ محقق اور امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے کہ ذکر بالجہر بلاشک وشبہ جائز ہے نماز کے بعد فوراً یا اس کے علاوہ جب کہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا سوتے کی ایذا الخ ثانیاً: اس لئے کہ پورے رسالہ ہذا میں نماز کے بعد بآواز ذکر کی مطلق ممانعت کا لفظ تو درکنار اشارہ بھی نہیں۔

ثالثاً: اس لئے کہ اگر اس کا مطلب ممانعت پر اصرار ہے تو ممانعت پر اصرار کرنیوالے فقہائے احناف اور شیخ محقق اور امام احمد رضا خان صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں کیونکہ بندہ مؤلف کا اپنا علیحدہ کوئی مؤقف نہیں بندہ مؤلف نے تو ان کا

مؤقف بیان کیا ہے۔ اس لئے حضرت صاحب بندہ مولف ناچیز کو مخاطب فرمانے کی بجائے فقہائے احناف اور شیخ محقق اور امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کو مخاطب فرمائیں کہ تمہارا ممانعت پر اصرار کیا حیثیت رکھتا ہے؟

رابعاً: قارئین کو تعجب ہوگا کہ حضرت صاحب نے اپنی تحریر کے آغاز میں جو رسالہ ہذا کے صفحہ ۱۲۱، ۱۲۳ پر مذکور ہے نمازی کے پاس ذکر بالجہر کی ممانعت اور ذکر کرنیوالے کیلئے جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرنے کے ضروری ہونے اور ذکر کرنے والے کو منع کرنے کے وجوب کی ایک صورت خود بیان فرمادی ہے اور اعتراف فرمایا ہے کہ اس صورت میں ذکر بالجہر سے اسکی نماز میں خلل بھی پڑے گا اور اسے اذیت بھی ہوگی۔

حضرت کا فرمان ملاحظہ فرمائیں:

''پیش نظر رسالہ جس میں فقہائے احناف اور خاص طور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ پیش کئے ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر بالجہر کے جائز ہونے کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ کسی نمازی کو ایذا نہ ہو اسکا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک شخص بلند آواز سے ذکر کررہا ہے دوسرا آدمی آکر نماز پڑھتا ہے تو اسکی نماز میں ذکر جہر سے خلل بھی پڑے گا اور اسے اذیت بھی پہنچے گی۔ پیش نظر رسالہ میں پیش کئے گئے اقتباسات اسی صورت پر منطبق ہیں اور اس صورت میں ذکر کرنیوالے کے لئے۔ ضروری ہے کہ جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور آنیوالا حسب گنجائش اسے منع کر سکتا ہے اور منع کرنا واجب ہے۔''

اور حضرت کا یہ فرمانا کہ'' حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جو مقاصدِ شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت وشہرت چاہتا ہو۔''

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت:

بندہ مؤلف کا مؤقف وہی ہے جو فقہائے احناف اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور امام احمد رضا خان بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے کہ ذکر بالجہر بلاشک وشبہ جائز ہے' نماز کے فوراً بعد یا اس کے علاوہ جب کہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا سوتے کی ایذاء اگر اس کا مطلب اللہ عزوجل کے ذکر سے منع کرنا ہے تو اس کا جواب فقہائے کرام' شیخ محقق اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ بندہ مؤلف کے ذمہ نہیں کیونکہ بندہ مؤلف کا اپنا علیحدہ کوئی موقف نہیں۔ اور امام احمد رضا خانصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی مسجد میں باآواز بلند درود وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو۔ اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے'لوگ بھول جاتے ہیں' خیال بہک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر بالجہر وتلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے؟ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین؟

الجواب:۔ بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز ہی نہیں

بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے۔ اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحدِ قدرت جس کا بیان اس ارشادِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے:

من رای منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذالك اضعف الایمان۔ الخ

اور تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اُسے مٹا دے بند کر دے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اسکی بھی قدرت نہ ہو تو دِل سے اسے بُرا جانے اور یہ سب میں کم تر درجہ ایمان کا ہے۔ الخ

(بندہ مؤلف کی طرف سے مزید وضاحت)

حضرت صاحب اگر حضرت امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہ اللہ کا پورا فتویٰ تحریر فرما دیتے جس میں سے یہ عبارت نقل فرمائی (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "عوام کو اللہ عز وجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جو مقاصدِ شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت وشہرت چاہتا ہو)" تو واضح ہو جاتا کہ اس ذکر سے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر مراد ہے کہ یہ ایسا ذکر ہے جو شرعاً گناہ نہیں واقعی اس ذکر سے منع کرنا محض بدخواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جو مقاصد شرع سے جاہل و ناواقف ہے یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو مگر بندہ مؤلف نے تو اس ذکر یعنی جنازے کے ساتھ ذکر" سے عوام تو عوام خواص کو

بھی منع نہیں کیا۔ اور نہ اس ذکر کو ناجائز و گناہ قرار دیا۔ بندہ نے تو نمازی کے پاس ذکر بالجہر کے بارے فقہاء کرام اور شیخ محقق اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف بیان کیا ہے کہ ذکر بالجہر جس کے باعث کسی نمازی کو ایذا ہو ناجائز و منع ہے۔

حضرت امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پورا فتویٰ مبارکہ جس میں آپ فرماتے ہیں عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے الخ ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ: مشہود خدمت جناب صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ مولینا مولوی احمد رضا خانصاحب دام ظلکم علی رأس المسترشدین۔ بعد سلام سنت الاسلام عرض ہے کہ اس ملک میں جنازہ کے آگے مولودخوانی میں اختلاف اور جھگڑا ہے ایک طائفہ بحر الرائق و مراقی الفلاح و قاضی خان و عالمگیری وغیرھا کی عبارات سے مکروہ تحریمی کہتے ہیں دوسری جماعت جائز و مستحب کہتی ہے۔ آپ کی تحریر جملہ مسلمانوں کا فیصلہ ہے کئی ماہ کے تنازع کا فیصلہ ہوگا۔ الخ

الجواب: علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہاں کتب حنفیہ میں جنازے کے ساتھ ذکر جہر کو مکروہ لکھا ہے جس طرح خود نفس ذکر جہر کو بکثرت کتب حنفیہ میں مکروہ بتایا حالانکہ وہ اطلاقات قرآن عظیم و احادیث حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور عندالتحقیق کراہت کا مرجع نظر بعوارض خارجہ غیر لازم ہے۔ جیسا کہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب در مختار وغیرہ محققین

نے تحقیق فرمایا اور ہم نے اپنے فتویٰ میں منقح کیا۔ یہاں بھی اس کا منشأ عوارض ہی ہیں، قلب ہمراہیاں کا مشوش ہونا موت سے دوسری طرف توجہ کرنا۔ انصاف کیجیے کہ یہ حکم اس زمانِ خیر کے لیے تھا جبکہ ہمراہیان جنازہ تصورِ موت میں ایسے غرق ہوتے تھے کہ گویا میت اُن میں ہر ایک کا خاص اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میت ہیں، ہمیں کو جنازہ پر لیے جاتے ہیں اور اب قبر میں رکھیں گے۔ ولہذا علماء نے سکوت محض کو پسند کیا تھا۔ کلام اگرچہ ذکر ہی ہوا گرچہ آہستہ ہو اس تصور سے کہ بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے زنگ دل سے دھودینے والا ہے روکے گا یا کم ازکم دل بٹ توجائے گا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے ورنہ حاشاللہ ذکر خدا اور سول نہ کسی وقت منع ہے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر الله تعالىٰ على كل احيانه (رواہ مسلم واحمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وعلقہ البخاری)

نہ کوئی چیز اس سے بہتر

قال الله عزوجل ولذكر الله اكبر

اب کہ زمانہ منقلب ہوا لوگ جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات وفضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ ولہو میں مشغول ہوتے ہیں تو انہیں ذکر خدا اور سول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب وکارِ ثواب ہے معہذا جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کی کراہت میں اختلاف ہے کہ تحریمی ہے

یا تنزیہی اور ترجیح بھی مختلف آئی قنیہ میں کراہت تنزیہی کو ترجیح دی اور اسی پر فتاوی تمہ میں جزم فرمایا اور یہی تجرید و مجتبیٰ و حاوی و بحر الرائق وغیرھا کے لفظ ینبغی کا مفاد ہے اور ترک اولیٰ اصلاً گناہ نہیں

كما نصوا عليه و حققناه فی جمل مجليه

اور عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اور اس کا مرتکب نہ ہوگا۔ مگر متقشف مقاصدِ شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا متصلف کہ مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو بلکہ آئمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ منع کرنا اس منکر سے ضرور ہے جو بالاجماع حرام ہے بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یادِ خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کیے جائیں اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو مثلاً سورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اگر عوام پڑھتے ہوں تو نہ روکے جائیں کہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں اُسے سجدہ تو کریں اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اسکی صحت ہو سکے امام علامہ عارف باللہ ناصح الامۃ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کتاب مستطاب الحدیقۃ الندیہ فی شرح الطریقۃ المحمدیہ میں فرماتے ہیں قال فی شرح الطحاوی وعلی مشی الجنازۃ الصمت الخ

اس کلامِ جمیل امامِ جلیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا خلاصہ ارشادات چند افادات الخ[1]

نوٹ: فقہائے کرام کسی عمل کے بارے پہلے مسئلہ بیان فرماتے ہیں اس کے بعد عذر پھر عذر کی وجہ سے رخصت (یعنی معذور کے احکام) مثلاً فقہائے کرام فرماتے ہیں

1 احمد رضا بریلوی امام: فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۴
" " " " " طبع جدید رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد نہم ۱۲۱ تا ۱۵۷

نماز میں قیام فرض ہے اس کے بعد فرماتے ہیں جس کو قیام پر قدرت نہ ہو بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھ لے اگر رکوع سجود پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھ لے اگر بیٹھنے پر بھی قدرت نہ ہو تو لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھ لے۔

۲: اس طرح فقہائے کرام فرماتے ہیں رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں مرض وسفر کی وجہ سے افطار (یعنی روزے کا چھوڑنا) جائز ہے۔

۳: اس طرح فقہائے کرام فرماتے ہیں سورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اس کے بعد فرماتے ہیں عوام اگر سورج نکلتے وقت نماز پڑھیں تو ان کو منع نہ کیا جائے اور عوام سے مراد فقہائے کرام کے نزدیک دین سے ناواقف لوگ ہیں جنہیں کلمہ بھی صحیح نہیں آتا جائز و ناجائز کو نہیں سمجھتے ظاہر ہے سورج کے طلوع کے وقت نماز وہی پڑھیں گے جو دین سے ناواقف ہیں۔ چونکہ دین سے ناواقفیت عذر ہے اس عذر کی وجہ سے عوام معذور ہوئے اور ان کے لئے معذورین کا حکم۔

امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ مبارکہ بھی یہ ہے۔ کہ آپ اپنے فتاویٰ مبارکہ میں اولاً فقہ حنفی کی کتب کے حوالہ جات سے اصل مسئلہ بیان فرماتے ہیں ثانیا معذورین کا حکم آپ کے دو فتوے ملاحظہ فرمائیں قارئین کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ فقہاء کے نزدیک عوام سے مراد کون لوگ ہیں،

ایک فتویٰ مبارکہ صفحہ نمبر 152 پر ملاحظہ فرمائیں کہ جنازے کے ساتھ مولود خوانی (ذکر بالجہر) مکروہ تحریمی ہے یا جائز و مستحب اس میں بھی آپ نے اولا کتب فقہ حنفی کے حوالوں سے اصل مسئلہ بیان فرمایا ثانیا انقلاب زمانہ اور عوام کی حالت کی تبدیلی کی وجہ سے عوام کا رخصتی حکم۔

دوسرا فتویٰ مبارکہ صفحہ نمبر 159 پر ملاحظہ فرمائیں کہ دیہات میں نماز جمعہ جائز و صحیح ہونے اور ناجائز و ناصحیح ہونے کے بارے ہے کہ اس میں بھی آپ نے پہلے کتب حنفی کے حوالوں سے اصل مسئلہ بیان فرمایا۔ اس کے بعد عوام کو دیہات میں نماز جمعہ سے منع نہ کرنے کا رخصتی حکم۔

حضرت صاحب اگر کتب فقہ حنفی یا اعلیٰحضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ سے پہلے اصل مسئلہ بیان فرماتے جو کتب فقہ حنفی سے ماخوذ ہیں اور آپ کو یہی چاہیئے تھا) کہ ذکر بالجہر جس کے باعث کسی نمازی کی ایذا و تشویش ہو جائز ہے یا نہیں پھر کتب فقہ حنفی یا اعلیٰحضرت امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ سے عوام کیلئے رخصتی حکم بیان فرماتے تو اصل مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ عوام کیلئے حکم رخصت ہے یا نہیں اگر ہے تو کیسا۔

---

[1] احمد رضا بریلوی امام: فتاوی رضویہ جلد ثالث، ص ۳۶۷

حضرت کے اس فرمان سے کہ (عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو بدخواہی عام مسلمین ہے الخ) نہ تو اصل مسئلہ معلوم ہوا نہ رخصت کی نوعیت۔

عوام اور ان کے احکام

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت: "سوال وجواب کی صورت میں"

۱۔ عوام سے مراد کون لوگ ہیں؟

۲۔ عوام اگر سورج نکلتے وقت نماز پڑھیں تو انہیں نہ منع کرنے کا مطلب کیا ہے؟

۳۔ کیا عوام کو سورج نکلتے وقت نماز سے منع نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کیلئے سورج نکلتے وقت نماز پڑھنا جائز ہے؟

۴۔ کیا عوام اگر سورج کے طلوع کے وقت نماز پڑھیں تو انہیں منع نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بعد نماز مسئلہ بھی نہ بتایا جائے کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ آفتاب بلند ہونے کے بعد پھر پڑھ لیں۔

۵۔ کیا خواص کو بھی سورج نکلتے وقت نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے؟

وضاحت: یہاں عوام سے مراد وہ نہیں جو عرف عام میں سمجھا جاتا ہے کہ کسی ملک کے باشندے (رہنے والے) جیسے پاکستانی عوام سے مراد پاکستان کے باشندے (رہنے والے) عالم ہوں یا جاہل، دین سے واقف ہوں یا ناواقف، مسلم ہوں یا غیر مسلم بلکہ یہاں عوام سے مراد وہ ہیں جنہیں فقہائے کرام کی اصطلاح میں عوام کہا جاتا ہے۔
امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فقہ کی کتابوں کے حوالوں سے فتاویٰ رضویہ شریفہ میں لکھتے ہیں۔

ا۔ عوام سے مراد دین سے ناواقف لوگ ہیں جن کو کلمہ بھی صحیح نہیں آتا جنہیں جائز و ناجائز کا علم نہیں ظاہر ہے کہ سورج کے طلوع کے وقت نماز وہی پڑھیں گے، جو دین سے جاہل و ناواقف ہیں ان کو سورج نکلتے وقت نماز سے اس لیے نہیں روکیں گے کہ اگر ان کو روکا جائے تو وہ بالکل نماز چھوڑ دیں گے۔
امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ (نہ روکنا) عوام کالانعام یعنی چوپایوں (ڈنگروں) جیسے عوام کیلئے ہے۔ [1]

۲۔ عوام کو سورج نکلتے وقت نماز پڑھنے سے منع نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ہاتھ سے نہ روکنا یعنی مار کر نماز سے نہ ہٹانا، نہ دوڑانا، زبان سے نہ روکنا یعنی نہ ڈانٹنا، نہ جھڑکنا نہ یہ کہنا کہ نماز نہ پڑھو۔

۳۔ عوام کو سورج نکلتے وقت نماز سے منع نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کیلئے سورج نکلتے وقت نماز جائز ہے۔ سورج نکلتے وقت نماز تمام مسلمانوں کے لئے حرام ہے۔ امام احمد رضا خانصاحب فرماتے ہیں سورج نکلتے وقت

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث، ص ۳۶۷

نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں روکا نہ جائے گا۔

۴۔ عوام کو مسئلہ بتایا جائے گا کہ سورج نکلتے وقت نماز نہیں ہوتی۔ صدر الشریعہ حضرت مولٰینا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالٰی لکھتے ہیں:

عوام اگر صبح کی نماز آفتاب نکلنے کے وقت پڑھیں تو منع نہ کیا جائے۔ مگر بعد نماز کہہ دیا جائے نہ ہوئی آفتاب بلند ہونے کے بعد پڑھیں۔

۵۔ خواص اگر سورج نکلتے وقت نماز پڑھیں تو انہیں ضرور روکا جائے گا' ان کو روکنا واجب ہے۔

مسئلہ: از بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ بلابو قصبہ نیول کھیا' مرسلہ محمد نیاز حسین ۱۲/محرم الحرام ۱۳۲۳ھ۔ اگر قری میں جہاں مسلمان کثرت سے ہوں اور مکانات آپس میں متصل بلا فاصلہ ہیں' اگر ہے تو پندرہ یا بیس گز اور نماز پنجگانہ کیلئے گھر مقرر ہے اذان و جماعت ہوتی ہے وہاں کی لوگ متفق ہوکر ایک شخص کو امام جمعہ مقرر کر کے نماز جمعہ ادا کرلیں تو علیہ ما وجب لہ (جو اُن پر لازم ہے) سے بری ہونگے یا نہیں اور موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ صحیح ہوگا یا نہیں اور بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا کیسا ہے اور وہ لوگ بسبب اُس جمعہ پڑھنے کی مستحق ثواب یا اثم' اور اگر اثم ہے تو کیسا؟

بینوا بالتفصیل مع الدلیل تو جروا یوم الاخر
والحساب امین یارب العالمین

(تفصیلاً دلائل کیساتھ بیان فرما دیجئے اللہ تعالٰی آخرت میں آپ کو اجر عطا فرمائے۔ اے رب العالمین دعا قبول فرما۔) صحت جمعہ کیلئے مصر شرط ہے پس

مصر کی تعریف صحیح موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا ہے اور تعریف قریٰ جس میں جمعہ واجب نہیں اور نہ وہاں جمعہ پڑھنا جائز کیا ہے؟ قریٰ اور دیہات میں فرق ہے یا نہیں اگر فرق ہے تو کس میں جمعہ جائز اور کس میں ناجائز؟

الجواب: مذہب حنفی میں فرضیت جمعہ وصحت جمعہ و جواز جمعہ سب کیلئے مصر شرط ہے، دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اُسکی ادا جائز نہ صحیح، اگر پڑھیں گے ایک نفل نماز ادا ہوگی۔ برخلاف شرع جماعت سے پڑھی ظہر کا فرض سر سے نہ اترے گا پڑھنے والے متعدد گناہوں کے مرتکب ہوں گے۔

للاشتغال بما لا يصح كما فى الدر المختار والتنفل بجماعة بالداعى والتدك جماعة الظهر وان تركوا الظهر فاشنع واخنع.

ترجمہ: یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے اور تداعی کے ساتھ نوافل کا جماعت کیساتھ ادا کرنا اور جماعت ظہر کا ترک لازم آتا ہے اور اگر وہ ظہر ترک کر دیتے ہیں تو یہ نہایت ہی برا و قبیح عمل ہے قریہ زبان عرب میں شہر کو بھی کہتے ہیں:

قال الله تعالىٰ وما ارسلنا من قبلك الارجالا نوحى اليهم من اهل القرىٰ الخ

یہ تحقیق مسئلہ ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اہل انصاف وعلم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زنہار زنہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں۔

نوٹ: اعلحضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک مسئلہ بیان فرمایا اس کے بعد فرماتے ہیں مگر درباره عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود اُنہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت پر صحت اُن کیلئے بس ہے وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے مشاہدہ ہے کہ اُس سے روکئے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں اللہ عز وجل فرماتا ہے۔

ارأیت الذی ینھیٰ ٥ عبدا اذا صلی ٥

کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شئی خیر من لا شئی

کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے رواہ عنہ عبدالرزاق فی مصنفہ انہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مر برجل لا یتم رکوعاً ولا سجود افقال شئی خیر من لا شئی۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نمازِ عید نفل پڑھتے ہوئے دیکھا حالانکہ بعد نماز عید نفل مکروہ ہیں کسی نے عرض کیا یا امیر المؤمنین آپ منع نہیں کرتے فرمایا:

اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالی

ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی

میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تو نے اسے دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھی ذکرہ فی الدر المختار اسی سے بحر الرائق میں ہے۔

هذا للخواص اما العوام فلا يمنعون عن تكبير ولا تنفل اصلا لقلة رغبتهم فى الخيرات

ترجمہ: یہ خواص کا معاملہ ہے باقی عوام کو تکبیرات کہنے اور نفل پڑھنے سے بالکل منع نہ کیا جائے کیونکہ اُن کو نیکیوں کا شوق بہت کم ہوتا ہے کتاب التجنیس والمزید پھر بحر الرائق پھر ردالمختار میں ہے:

سئل شمس الائمة الحلوائى ان كسالى العوام يصلون الفجر عند طلوع الشمس افنزجرهم عن ذالك؟ قال لا لانهم اذا منعوا عن ذالك تركوها اصلا واداء ها مع تجويز اهل الحديث لها اولى من تركها اصلا۔

درمختار میں ہے:

لا يجوز صلوة مطلقاً مع شروق الا العوام فلا يمنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز عندالبعض اولى من الترك كما فى القنية وغيرها

ردالمختار میں ہے:

قوله فلا يمنعون افاد ان المستثنى المنع لا الحكم بعدم الصحة عندنا۔

پھر ردالمختار میں ہے شمس الائمہ الحلوائی سے سوال کیا گیا کہ سست عوام

[1] احمد رضا بریلوی امام: فتاوی رضویہ جلد ثالث، ص ۴۳۱

سورج کے طلوع کے وقت نماز پڑھیں تو آیا انہیں جھڑکیں اس سے روکیں فرمایا نہیں اس لئے کہ جب انہیں اس سے روکیں گے تو وہ بالکل نماز چھوڑ دیں گے اور اہلحدیث کے جائز قرار دینے کے ساتھ اس کا ادا کرنا اس کے بالکل چھوڑنے سے بہتر ہے در مختار میں ہے سورج کے طلوع کے وقت مطلقاً نماز جائز نہیں مگر عوام کو اس سے روکا نہ جائے اس لئے کہ وہ نماز چھوڑ دیں گے بعض کے نزدیک ادا جائز چھوڑنے سے بہتر ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے ردالمحتار میں ہے ان کا قول فلا یمنعون [illegible] کہ مستثنی المنع ہے ہمارے نزدیک عدم صحت کا حکم یعنی عوام کو نہ روکنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صحیح و جائز ہے اس کے ناجائز و ناصحیح ہونے کا بھی حکم و فتویٰ نہ دیں۔

ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے وللہ الحمد یہ عوام کالانعام کے لیے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ آئمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے تصیحات جماہیر آئمہ ترجیح وفتویٰ کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوحہ مرجوعہ عنہا غیرصحیح کی بناء پر ان جہال کو ردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور ان جہال کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔

نسئل الله العفؤ والعافية والله تعالى اعلم[1]

---

[1] فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۳۱۱
" طبع جدید رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد ہشتم ص ۳۶۵ تا ۳۷۶

فرماتے ہیں:

بلکہ ائمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ایسے ناپسندیدہ امر سے منع کرنا ضروری ہے جو بالاجماع حرام ہے، بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یادِ خدا میں مشغول ہوں ہر گز منع نہ کیے جائیں، اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو، مثلاً سورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں روکا نہ جائے، کیونکہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں، اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اسکی صحت ہو، جیسے کہ درمختار اور حدیقۃ الندیہ میں ہے۔ [1]

امام علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ (الحدیقۃ الندیہ ج ۲ ص ۸۔۴) میں فرماتے ہیں کہ حضرت خواص رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شارع علیہ السلام کی طرف سے مسلمان کو ذکر خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذن عام ہے، لہٰذا جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو تو انکار مناسب نہیں۔ [2]

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت: اور حضرت فرماتے ہیں بلکہ ائمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ایسے ناپسندیدہ عمل سے منع کرنا ضروری ہے جو بالاجماع حرام ہو اور فرماتے ہیں شارع علیہ السلام کی طرف سے مسلمانوں کو ذکر خدا ورسول جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ وسلم کا اذنِ عام ہے لہٰذا جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو تو انکار مناسب نہیں۔

---

[1] (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵ تا ۸)

[2] (فتاویٰ رضویہ طبع قدیم ج ۴ ص ۱۸۲)

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت۔

توجب ذکر بالجہر کے باعث کسی نمازی کو خلل وایذا ہو بالاجماع حرام ہے بایں معنی کہ کسی مذہب پر بھی اس کی صحت نہیں متقدمین اور متاخرین میں سے کوئی بھی حتیٰ کہ ابن حزم غیر مقلد اس کی صحت و جواز کا قائل نہیں اور ذکرِ خدا اور رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صورت کی ممانعت میں نص بھی وارد ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ولا یرفعن بعضکم علی بعض فی القرأۃ فی الصلوۃ

اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے۔ یعنی نمازی کا دوسرے نمازی کے پاس بلند آواز سے قرآن پڑھنا منع ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال اعتکف النبی صلی الله علیه وسلم فی المسجد فسمعهم یجهرون بالقرأه وهو فی قبة له فکشف المستورة وقال الا ان کلکم یناجی ربه فلا یوذین بعضکم بعضا ولا یرفعن بعضکم علی بعض فی القرأة فی الصلوٰة[1]

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقدس میں اعتکاف فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلند آواز سے قرآن پڑھتے سُنا اور آپ ایک گول خیمہ میں تشریف فرما تھے جو آپ کیلئے بنایا

[1] کتاب السنن الکبریٰ الجزء الثالث صفحہ ۱۱

گیا تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ اٹھایا اور فرمایا خبردار! بیشک تم تمام اپنے رب سے مناجات کررہے ہوتو تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے پھر اس کا بیان فرمایا اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں قرآن پڑھنے میں آواز بلند نہ کرے۔

تو امام احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیش کردہ مذکورہ بالا فرمان کے مطابق ذکر بالجہر سے جس کے باعث کسی نمازی کو خلل واذیت ہو منع کرنا عوام وخواص کو ضروری ہے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خانصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی مسجد میں بآواز بلند درود وظائف خواہ تلاوت کررہا ہو اس سے علیٰحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے۔ لوگ بھول جاتے ہیں خیال بہک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر بالجہر' تلاوت کرنیوالے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے۔ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین؟

الجواب: بیشک ایسی صورت میں اُسے ذکر بالجہر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحدِ قدرت جس کا بیان اس ارشادِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے:

من رای منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذالك اضعف

الایمان

جوتم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دے' بند کر دے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اسکی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا جانے اور یہ سب میں کم تر درجہ ایمان کا ہے[1]

فرماتے ہیں بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یادِ خدا میں مشغول ہوں ہر گز منع نہ کیے جائیں اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو مثلاً سورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں روکا نہ جائے کیونکہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں' اسے سجدہ تو کریں اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اس کی صحت ہو۔ الخ

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت: واقعی امام احمد رضا خانصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق عوام اگر سورج نکلتے وقت نماز پڑھیں تو انہیں منع نہ کیا جائے مگر خواص کو روکنا ضروری ہے۔

اور عوام کو نہ روکنے کا مطلب یہ نہیں کہ عوام کیلئے سورج نکلتے وقت نماز جائز ہے' اسی لئے امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے مسئلہ بیان فرمایا کہ سورج نکلتے وقت نماز حرام پھر فرمایا کہ عوام اگر طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھیں نہ روکے جائیں مگر خواص کو روکنا ضروری ہے۔

قارئین انصاف فرمائیں بندۂ مولف نے رسالہ ہذا کی ابتدا ہی ان الفاظ سے کی ہے۔ بندہ مؤلف کا موقف وہی ہے جو فقہائے کرام اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی اور اعلیحضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۶۱۹۔

کا ہے کہ ذکر بالجہر بلا شک وشبہ جائز ہے۔ نماز کے فوراً بعد (نماز کے بعد متصل) یا اس کے علاوہ جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا ہو نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف۔ پھر بار بار وضاحت کی ہے کہ امام کے سلام کے بعد دیکھ لیں اگر جماعت میں شامل تمام نمازی فارغ ہو چکے ہوں تو جس طرح چاہیں آہستہ یا باآوازِ بلند ذکر کریں۔ اگر ایک یا زیادہ نمازی اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کے فارغ ہونے تک آہستہ ذکر کر لیں جب فارغ ہو جائیں اور وہاں اور کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو تو جس طرح چاہیں آہستہ یا باآواز بلند ذکر کر لیں۔

اور پورے رسالہ ہٰذا میں نماز کے بعد متصل یا اس کے علاوہ ذکر جہر کی ممانعت ومخالفت پر اصرار تو درکنار ممانعت ومخالفت کا ذکر تک نہیں۔ اور نہ بندۂ مؤلف نے کبھی یہ کہا کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے باوجود بندۂ مؤلف کو حضرت کا مخاطب کر کے یہ فرمانا۔

نمبر ۱ پھر اعتراض کرنے والے حضرات صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے حالانکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل ذکر نہ کریں جب سنتیں نفل پڑھ لیں یا آیۃ الکرسی اور تسبیح وتکبیر ۳۳۔۳۴ بار پڑھ لیں تو پھر ملکر بلند آواز سے ذکر کر لیں۔

نمبر ۲ اور یہ فرمانا کہ آپ کا ممانعت پر اصرار کیا حیثیت رکھتا ہے؟

نمبر ۳ اور یہ فرمانا کہ صرف ذکرِ جہر کی ممانعت پر اصرار نہ کریں بلکہ نمازیوں کو یہ مشورہ دیں کہ سنتوں کے ادا کرے یا تسبیحات پڑھنے کے بعد مل کر

ذکر کرلیا کریں۔اگر چہ باآواز ہو،سراسرناانصافی اور الزام ہے یا نہیں؟

آخر میں حضرت فرماتے ہیں راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ اگر دیانت دار کے یہی سمجھتے ہیں کہ ذکر جہر سے نماز میں خلل پڑتا ہے تو صرف ذکر جہر کی مخالفت پر اصرار نہ کریں بلکہ نمازیوں کو یہ مشورہ دیں کہ سنتوں کے ادا کرنے یا تسبیحات پڑھنے کے بعد مل کر ذکر کرلیا کریں اگر چہ باآواز ہو۔

وضاحت: بندۂ مؤلف کی طرف سے وضاحت: بندہ مؤلف ناچیز دیانت داری سے سمجھتا ہے کہ ذکر جہر سے نماز میں خلل پڑتا ہے اور ذکر جہر کی مخالفت پر اصرار کرنا تو در کنار مخالفت ہی نہیں کی۔

اور ابتدائے رسالہ ہذا میں مؤقف بیان کرتے ہوئے عرض کیا ہے کہ ذکر بالجہر بلا شک وشبہ جائز ہے۔نماز کے فوراً بعد یا اس کے علاوہ جب کہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا ہو۔نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف۔

تو کیا بندہ مؤلف کو خواہ مخواہ ذکرِ جہر کی مخالفت پر اصرار کرنے والا فرمانا ناانصافی نہیں؟ تاہم حضرت کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے جس طرح بھی آپکی تسلی ہو سکے۔اور جس طرح بھی آپ مان جائیں۔

پنجابی کا محاورہ ''ہرنیاں دین واسطے تیار آں''

بندہ مولف ناچیز نمازیوں کو مشورہ نہیں دیتا بلکہ ان کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ سنتوں کے ادا کرنے یا تسبیحات پڑھنے کے بعد اگر وہاں کوئی نماز نہ پڑھتا ہو تو آہستہ یا باآواز بلند الگ الگ یا مل کر جس طرح چاہیں ذکر کریں۔

مذکورہ بالا الزامات واعتراضات کا جواب بندہ مؤلف کے ذمہ نہیں

باقی بندہ مولف ناچیز نے حضرت صاحب کے مذکورہ بالا تمام الزامات و اعتراضات کی وضاحت اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور ان کو غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لیے کی ہے۔ ان تمام الزامات سے اظہار برأت اور ان کے تمام اعتراضات کا جواب بندہ ناچیز کے ذمہ نہیں کیونکہ بندہ ناچیز کا اپنا علیحدہ کوئی موقف نہیں اور نہ ہی اپنا علیحدہ کوئی موقف بیان کیا ہے۔ قصور یہ ہے کہ نمازی کے پاس ذکر بالجہر کے بارے فقہاء احناف رحمھم اللہ تعالیٰ کے اقوال بحوالہ کتب فقہ حنفی اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال بحوالہ لمعات و اشعۃ اللمعات اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال بحوالہ فتاویٰ رضویہ سے ان کا مؤقف بیان کیا ہے۔ تو حضرت کو چاہیئے کہ قصور معاف فرمائیں۔ اور تمام اعتراضات بندۂ مؤلف ناچیز پر کرنے کی بجائے ان پر کریں ان اعتراضات کا جواب اُن کے ذمہ ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت صاحب ان فقہاء کرام اور بزرگوں کے موقف کو صحیح نہیں مانتے کیونکہ ماننے والے اعتراض نہیں کرتے اعتراض نہ ماننے والے کرتے ہیں جواب ماننے والے دیتے ہیں۔

☆☆☆☆

غلط فہمیوں کا ازالہ

جب کہا جائے نماز پڑھنے والوں کے پاس اُنکے فارغ ہونے تک باآواز ذکر نہ کریں آہستہ کرلیں تاکہ ان کی نمازوں میں خلل واقع نہ ہواور وہ نمازی بغیر دقت دشواری اور بھولنے کے سکون کے ساتھ نماز پڑھ لیں۔ جب فارغ ہو جائیں تو جس طرح چاہیں آہستہ یا باآواز بلند ذکر کریں۔اس کے جواب میں یہ کہنا کہ یہ ذکرو درود کو روکنا ہے بے انصافی ہے کیونکہ آہستہ ذکرو درود بھی تو ذکر و درود ہی ہے جس طرح جہری نمازوں فجر ومغرب وعشاء میں امام کا باآواز بلند پڑھنا بھی پڑھنا اور سرّی نمازوں (ظہر وعصر) میں آہستہ پڑھنا بھی پڑھنا ہی ہے اگر آہستہ پڑھنا پڑھنا نہیں تو امام کے آہستہ پڑھنے سے نماز ہی نہ ہوگی کہ قرآن کریم کا پڑھنا نماز میں فرض ہے۔ بلکہ بعض احوال میں تو بالاتفاق ذکرِ خفی افضل ہے۔نمازی کے پاس آہستہ ذکر کرنے والا ذکر کا ثواب بھی پائے گا اور نمازی کو خلل میں ڈالنے کے گناہ سے بھی بچ جائے گا اور بلند آواز سے ذکر کرنے والے کو ذکر کا ثواب بھی نہ ہوگا۔ بلکہ نمازی کو خلل میں ڈالنے کا گناہ ہوگا اعلیحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔اور **بعض علماء کرام** کا یہ کہنا بلکہ اپنی کتابوں میں لکھنا کہ ایام تشریق میں باآواز بلند تکبیرات تشریق سے نمازیوں کے نماز میں خلل نہیں پڑتا تو باآواز بلند ذکر سے خلل کیوں پڑتا ہے اور بعض کا کہنا کہ ایام تشریق میں باآواز بلند تکبیرات تشریق سے بھی تو خلل آتا ہے اور تلبیہ حج سے بھی نمازوں میں خلل آتا ہے۔اس کو بھی بند کردو۔

جواب: اس ذکر کو تکبیرات تشریق اور تلبیہ حج پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ تکبیرات تشریق واجب اور تلبیہ حج سنت اور ان میں جہر (بلند آواز سے پڑھنا) وارد یعنی انکے جہر میں حکم شرع وارد ہے۔ اور وہ بھی مندرجہ ذیل تمام شرائط کے پائے جانے کے ساتھ اصول فقہ کی کتابوں میں تصریح موجود ہے۔ کہ مقیس اور مقیس علیہ ہم پلّہ ہونا چاہیئے اور مقیس علیہ کا حکم اس کے ساتھ خاص بھی نہیں ہونا چاہیئے ورنہ قیاس نہیں ہوسکتا حضرت مُلّا احمد جیون رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والثالث كون الفرع نظيرالاصل لا ادون منه[1]

تیسری شرط یہ ہے کہ فرع اصل کی ہم پلّہ ہو مرتبہ میں اس سے کم تر نہ ہو۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

فشرطه ان لا يكون الاصل مخصوصاً بحكمه بنص اخر[2]

کہ قیاس کی شرط یہ ہے کہ اصل کسی دوسری نص سے اپنے حکم کے ساتھ خاص نہ ہو۔

اور اِس جگہ فرع (مقیس) یعنی نماز باجماعت کے فوراً بعد بآواز بلند ذکر اور اصل (مقیس علیہ) یعنی نماز باجماعت کے فوراً بعد بآواز بلند تکبیرات تشریق، ہم پلّہ نہیں۔ کیونکہ تکبیرات تشریق واجب اور نماز باجماعت کے فوراً بعد ذکر واجب نہیں

---

[1] ملا احمد جیون، علامہ: نور الانوار، ص ۲۲۹

[2] ایضاً ص ۲۲۸

بلکہ اس کا سنت ہونا بھی فقہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں تو پھر قیاس کیسے ہوسکتا ہے:

کیونکہ باآواز بلند تکبیر خلاف سنت ہے۔ ہدایہ میں ہے۔

لان الجهر بالتكبير خلاف سنة [1]

بلند آواز سے تکبیر خلاف سنت ہے اور فقہائے کرام نے تکبیرات تشریق کو چند شرائط کے ساتھ مشروع لکھا ہے ہدایہ اوّلین میں ہے:

ويبدأ بتكبير التشريق بعد الصلوة الفجرمن يوم عرفة ويختم عقيب صلوة العصر من يوم النحر عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وقالا يختم عقيب صلوة العصر من اٰخر ايام التشريق [2]

ترجمہ: اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیر تشریق عرفہ کے دن کی فجر سے شروع کی جائے اور قربانی کے دِن کی عصر کی نماز کے بعد ختم کی جائے۔ اور صاحبین رحمھما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایام تشریق کے آخری دن کی عصر کی نماز کے بعد ختم کی جائے۔

وهو عقيب الصلوات المفروضات على المقيمين فى الامصار فى الجماعاتِ المستحبة عند ابى حنيفة وليس على جماعات النساء اذا لم يكن معهن رجل ولا على جماعة المسافرين اذا لم يكن معهم مقيم [3]

---

[1] ہدایہ اولین ص۔۱۷۵

[2] ایضاً

[3] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ الاسلام: اشعۃ اللمعات جلد اوّل، ص ۶۱۸

یعنی تکبیر تشریق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک فرض نمازوں کے بعد شہروں میں مستحبہ جماعتوں میں مقیمین پر واجب ہے۔ اور عورتوں کی جماعتوں پر نہیں جب کہ ان کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو اور مسافروں کی جماعت پر نہیں جب کہ ان کے ساتھ کوئی مقیم نہ ہو۔

ولان الجهر بالتكبير خلاف سنة والشرع ورد به عند استجماع هذه الشرائط [1]۔

ترجمہ: اور اس لیے کہ بآواز بلند تکبیر خلاف سنت ہے اور ان تمام شرائط کے پائے جانے کے وقت بآواز بلند تکبیر کے ساتھ حکم شرع وارد ہوا اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب "لمعات شرح مشکوۃ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول مبارک کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ختم ہونا تکبیر سے پہچانتا تھا" کے تحت لکھتے ہیں:

وقيل كان ذالك فى ايام التشريق بمنى وهذا اوفق بمذهب ابى حنيفة فى كراهيتهم الجهر بالذكر فى ماعدا ماورد ولهذا لا يوجبون قضاء تكبيرات العيد والتشريق [2]۔

ترجمہ: بعض شارحین ومحدثین نے فرمایا کہ اس تکبیر سے منیٰ میں ایام تشریق کی تکبیر مراد ہے۔ اور یہ قول حضرت امام اعظم ابو حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے زیادہ موافق ہے کیونکہ وہ ذکر بالجہر کو مکروہ جانتے ہیں، سوائے ان مقامات کے

---

[1] علی بن ابوبکر، امام: ہدایہ اوّلین، ص ۱۷۵

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ الاسلام: لمعات شرح مشکوط جلد ثالث ص ۳۱۱

جہاں جہر وارد ہوا ہے۔ اس لیے وہ تکبیرات عید اور تشریق کی قضا واجب قرار نہیں دیتے۔ یعنی ایام تشریق کی فوت شدہ نمازوں کی قضا کے ساتھ تکبیرات کی قضا واجب نہیں ہے۔ یعنی اگر ایام تشریق کی فوت شدہ نمازوں کی قضا غیر ایام تشریق میں کریں تو انکے ساتھ تکبیرات کی قضا واجب نہیں۔ اور اسی طرح حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

ویسن الاسرار فی سائر الاذکار ایضاً الا فی التلبیة والقنوت للامام والتکبیر لیلتی العید وعند رویة الانعام فی عشر ذی الحجة وبین کل سورتین من الضحیٰ الی آخر القرآن وذکر السوق الوارد وعند صعود الحضبات والنزول من الشرفات [1]

ترجمہ: اور باقی اذکار میں بھی اخفاء سنت ہے مگر تلبیہ اور امام کیلئے قنوت میں اور عید کی دونوں راتوں کی تکبیریں اور قربانی کے چوپایوں کے دیکھنے کے وقت عشرہ ذی الحجہ میں اور ہر دو سورتوں کے درمیان والضحٰی سے آخر قرآن تک اور بازار کا وارد ذکر اور پستیوں سے چڑھنے اور بلندیوں سے اترنے کے وقت۔

تو ان عبارات کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ نماز کے بعد باآواز بلند تکبیر خلاف سنت ہے۔

اور تکبیر تشریق کا یہ حکم خاص ایام (ایام تشریق) خاص مواضع و امکنہ (شہروں) خاص جماعات (فرض نماز کی مستحبہ جماعتوں) خاص اشخاص (مقیمین)

---

[1] ملا علی قاری امام: مرقات شرح مشکوۃ جلد ثانی ص ۳۵۷

کے ساتھ مخصوص ہے تو قیاس کیسے ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اپنے مورد پر بند رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تکبیرات تشریق، عرفہ کے دن کی نماز فجر کو شروع کی جاتی ہیں ۸ ذوالحجہ کی نماز عشاء سے شروع نہیں کی جاتیں اسی طرح ۱۳ ذوالحجہ کی نماز عصر کو ختم کی جاتی ہیں نماز مغرب کے بعد نہیں پڑھی جاتی ہیں حالانکہ ذکر الٰہی ہے۔

اور بعض کا کہنا کہ تم مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکتے ہو اور مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکنے والا بڑا ظالم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيهاسمه وسعى فى خرابها۔الخ [1]

اوراس سے بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لینے سے۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها۔الخ

ترجمہ: اوراس سے بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیئے جانے سے۔ (کنزالایمان)

صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیۃ مبارکہ کے تحت حاشیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں۔

ذکر نماز وخطبہ تسبیح ووعظ ونعت شریف سب کو شامل ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت، مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے ابتدائے اسلام میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا تھا اور جنگ حدیبیہ کے وقت اسمیں نماز وحج سے منع کیا تھا۔ اس آیۃ مبارکہ میں مسجدوں میں

---

[1] القرآن۔سورۃ بقرہ آیۃ ۱۱۴

ذکرالٰہی سے روکنے والے کو بڑا ظالم فرمایا گیا ہے تو جب ذکر سے مراد نماز ہے تو نماز سے روکنے کے لیے رکاوٹ بننے والا بڑا ظالم ہوا۔

اور نماز کا ذکرُ اللہ ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اقم الصلاۃ لذکری [1] میری یاد کے لیے میرے ذکر کے لیے نماز قائم رکھ بلکہ نماز تو تمام ذکروں کا مجموعہ ہے، گویا نماز سے روکنا یا رکاوٹ بننا تمام ذکروں کا روکنا اور تمام ذکروں کے لیے رکاوٹ بننا ہے۔

نیز یہ کہ نماز، ذکر فرض اور نماز کے بعد بلند آواز سے دوسرے اذکار زیادہ سے زیادہ بعض کے نزدیک مستحب اور فرض کی حفاظت زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے اگر مستحب فرض کے لیے رکاوٹ بنے تو مستحب کا چھوڑنا ضروری ہے۔ اور واقعی نماز کے بعد کے ذکر درود شریف کو روکنے والا بھی "مناع للخیر" ہے۔ بڑا ظالم ہے۔

مگر بندۂ مؤلف کا یہ عرض کرنا (کہ جب تک نمازی اپنی بقایا نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت تک آہستہ ذکر کرلیا جائے تاکہ ان کی نمازوں میں خلل اندازی نہ ہو۔ اور وہ اپنی نماز سکون واطمینان کے ساتھ پوری کرلیں) یہ ذکر کو روکنا نہیں کہ آہستہ ذکر بھی تو ذکر ہے اور ان نمازیوں کی فراغت کے بعد جیسے چاہیں آہستہ یا باآواز بلند ذکر کرلیں۔ اور مسجدیں تو فرض نمازوں کے لیے بنائی گئی ہیں۔ نام ہی سے پتہ چلتا ہے۔ صفحہ 130 پر ملاحظہ فرمائیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں: کہ فقہاء کرام اور اعلیٰحضرت بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ذکر بالجھر سے اگر کسی نمازی یا سوتے یا مریض کو ایذا ہو تو منع ہے اس سے مراد جھر مفرط ہے۔

بندۂ مؤلف کی طرف سے وضاحت جہر مفرط تو مطلقاً منع ہے کسی کو ایذا ہو یا نہ ہو۔ اعلیٰحضرت مجدد دین وملت فرماتے ہیں۔

---

[1] القرآن سورۃ طٰہٰ آیۃ ۱۴

الجواب: مگر ایسا جہر جس سے کسی کی نماز یا تلاوت یا نیند میں خلل آئے یا مریض کو ایذا پہنچے ناجائز ہے۔ اور یہ بھی ممنوع ہے کہ طاقت سے زیادہ جہر کرے جس سے اپنے دل و دماغ کو صدمہ پہنچے اسی کا نام جہر مفرط ہے [1]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں الجواب: ذکر جلی جائز ہے حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز سے نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے [2]

ہمارے بعض علماء کتابوں میں لکھ رہے ہیں (ان حضرات کو چاہیے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بند کرنے کی بجائے مسلمانوں کو تکبیر اولیٰ پانے کے فضائل بتائیں) [3]

اور بعض لکھ رہے ہیں: جس شخص نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی غلطی اسی کی ہے نہ کہ ذکر کرنے والوں کی وہ تو اپنے وقت پر سنت کے مطابق ذکر کرتے ہیں [4] بعد میں جماعت میں شامل ہونے والوں کے لیے ذکر کیوں روکیں حالانکہ چاہیے یہ کہ وہ لوگ خود وقت پر آئیں حکم شریعت کے مطابق نماز باجماعت ادا کریں مگر اس کے برعکس وہ ایک تو جماعت ترک کرتے ہیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب لوگ سنت کے مطابق نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد کلمہ شریف و درود شریف پڑھیں تو ایک دو تارک الجماعت آکر کہیں کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے۔ لہٰذا ذکر و درود کا سلسلہ بند کردو [5]

---

[1] فتاویٰ رضویہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد ۲۳ ص ۱۸۰

[2] .... ص ۱۸۲

[3] محمد افضل قادری، پیر اشتہار اذان واقامت وغیرہ ۱۵ مسائل کے دلائل کالم ۳

[4] محمد عبدالرشید رضوی، مولانا رشد الایمان ۲۲۸

[5] ابوداؤد محمد صادق قادری، مولانا اذان و نماز کے بعد ذکر و درود ص: ۷

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت:

حکم شرع کے مطابق وقت پر آنے والے جماعت میں شامل ہونے والے بلکہ تکبیر اولیٰ کو پانے والے نمازیوں کی بھی کُل یا بعض رکعات فوت ہوسکتی ہیں۔ ان کی کوئی غلطی بھی نہیں۔ تو ان کے پاس توبآواز بلند ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔

جس شخص نے شروع سے امام کی اقتداء کی تکبیر اولیٰ کو بھی امام کے ساتھ پایا مگر بعد اقتداء عذر کی وجہ سے اس کی کل یا بعض رکعتیں فوت ہوگئیں جیسے غفلت یا بھیڑ کی وجہ سے رکوع وسجود کرنے نہ پایا یا نماز میں اسے حدث (بے وضو ہونا) ہوگیا یا مقیم نے مسافر کی اقتداء کی یا نمازِ خوف میں پہلے گروہ کو جو رکعت امام کے ساتھ ملی (جس کو فقہائے کرام لاحق کہتے ہیں) امام کے سلام کے بعد جب وہ اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھے گا اس کے پاس تو ذکر ودرود بآواز بلند نہیں کرنا چاہیے نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ وہ نمازی تو وقت پر آیا ہے تکبیرِ اولیٰ بھی اس نے امام کے ساتھ پائی ہے پھسنڈی (عادۃً پیچھے رہنے والا) بھی نہیں بلا عذر نہیں بلکہ عذر کی وجہ سے اس کی کل یا بعض رکعتیں رہ گئی ہیں۔ اور عذر کی وجہ سے رہ جانا غلطی بھی نہیں۔ اِس کے باوجود لاحق نمازی کی نماز کی حفاظت ورعایت بھی نہیں کی جاتی اس کے پاس بھی بلند آواز سے ذکر کیا جاتا ہے درود شریف پڑھا جاتا ہے۔

مرکزِ اہل سنت بریلی شریف کا معمول

استاذ العلماء حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری خلیفہ مجاز شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت شاہ مصطفےٰ رضا خان صاحب نوری ومحدث اعظم

پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب وقطب مدینہ حضرت شاہ ضیاء الدین قادری مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بندہ مؤلف سے بیان فرمایا کہ میں بریلی شریف میں شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت الشاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب نوری رحمہ اللہ کی خدمت میں کہ اکابر علماء ومشائخ اہل سنت ان کے تلامذہ وخلفاء میں سے ہیں' حضرت محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب قادری رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی ان سے خلافت وتلمذ کا شرف حاصل ہے' بارہ دن حاضر رہا' حضرت قبلہ مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ کی موجودگی میں نہ قبل الاذان بآواز بلند صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا تھا اور نہ نماز کے فوراً بعد ذکر بالجہر ہوتا تھا۔ اور حضرت قبلہ تمام نمازیں مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے۔ میرے نزدیک بھی یہی حق ہے کہ نماز کے فوراً بعد اونچی اونچی آواز سے ذکر شروع کر دینا جبکہ کچھ لوگ اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں' جائز نہیں' ان کو روکنا ضروری ہے۔ اس کو سنی وغیر سنی کی علامت بنانا درست نہیں۔

حضرت مولانا محمد عارف صاحب خطیب اعظم سلامت پورہ نے بندہ مؤلف سے بیان کیا کہ میں 25 نومبر 1982ء میں بریلی شریف حاضر ہوا۔ اور چند دن قیام کیا۔ حضرت مولانا اختر رضا خان صاحب مدظلہ العالی کی موجودگی میں نہ تو اذان سے پہلے بآواز بلند صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا تھا اور نہ نماز کے بعد بآواز بلند ذکر ہوتا تھا۔

بندہ مؤلف کی طرف سے مروجہ ذکر بالجہر بعد الصلوٰۃ کے قائلین سے سوال

مروجہ ذکر بالجہر بعد الصلوٰۃ اعلیٰحضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ کی رُو سے کیا حکم رکھتا ہے؟ ان فتاویٰ مبارکہ کی کیا حیثیت ہے؟ آیا یہ قابلِ عمل ہیں یا نہیں؟ ذکر بالجہر بعد الصلوٰۃ کے قائلین ان فتاویٰ مبارکہ پر کیسے عمل کریں گے؟ موجودہ دور میں اس موضوع پر جتنے رسائل دیکھے ہیں ان میں تو ان فتاویٰ مبارکہ کا ذکر نہیں ملتا معلوم نہیں کہ ان کے نزدیک ان فتاویٰ شریفہ کا کیا محمل ہے؟ اس کے بارے قائلین مروجہ ذکر بالجہر بعد الصلوٰۃ ان فتاویٰ شریفہ کا محمل بتا دیں تو بہت اچھا ہوگا۔ بڑی مہربانی ہوگی۔

☆☆☆

ایک مخصوص معمول مروج پر زیادہ زور دینے کی وجہ سے بہت سی دعائیں اور اذکار چھوٹ گئے۔

اس مخصوص معمول مروج (کلمہ طیبہ کے ورد) پر زیادہ توجہ اور زیادہ زور دینے کی وجہ سے بہت سے اذکار اور دعائیں استغفار، استعاذہ، استعانت، تسبیح، تحمید، تکبیر، آیۃ الکرسی وغیرہم جن کا نماز کے بعد پڑھنا حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور جن میں سے بعض کے پڑھنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا اور چھوڑنے سے منع فرمایا اور ان کے پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت اور بہت

زیادہ اجروثواب بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ ان کا مکفر سیئات وذنوب ہونا بیان فرمایا (تفصیل کیلئے احادیث مبارکہ کی کتب ملاحظہ فرمائیں) ان سے اکثر نمازی محروم رہ گئے۔

مثلاً:

وعن علی قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم علی اعواد هذا المنبر یقول من قرء آیة الکرسی فی دبر کل صلوة لم یمنعه من دخول الجنة الاالموت ومن قرء ها حین یاخذ مضجعه امنه الله علی داره ودار جاره واهل دویرات حوله [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر کے تختوں پر فرماتے سُنا کہ جو ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے تو اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت کے داخلے سے نہ روکے گی اور جو بستر پر لیٹتے وقت اسے پڑھ لے تو اللہ اس کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر پر اور اس کے آس پاس کے گھروں والوں پر امن دے گا۔

عن ابی هریرة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من سبح الله فی دبر کل صلوة ثلاثا وثلثین وحمد الله ثلاثا و ثلثین وکبر الله ثلاثا ثلثین فتلك تسعة وتسعون

[1] باب الذکر مشکوۃ المصابیح ص ۸۹۔

وقال تمام المائة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك
وله الحمد وهو على كل شيئى قدير غفر خطاياهُ وان
كانت مثل زبد البحر۔[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہر نماز کے بعد تینتیس 33 بار
سُبْحَانَ اللّٰہ اور تینتیس 33 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور تینتیس 33 بار اللہ
اَکْبَرْ پڑھ لیا کرے پس یہ 99 ننانوے ہوئے اور سو پورا کرنے کو
پڑھے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْـدَه' لَا شَـرِيْكَ لَـهٗ لَـهُ الْمُلْكُ
وَلَـهُ الْحَمْـدُ وَهُـوَ عَـلٰى كُـلِّ شَىْءٍ قَـدِيْـرٌ٥
تو اسکے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کی مثل ہوں"

وعن معاذ بن جبل قال اخذ بيدیٰ رسول الله
صلى الله عليه وسلم فقال انی لاحبك يا معاذ
فقلت وانا احبك يارسول الله قال فلا تدع ان
تقول فی دبر كل صلوة رب اعنی على ذكرك
وشكرك وحسن عبادتك[2] (رواہ احمد وابوداؤد والنسائی)

ترجمہ: حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] الصحیح المسلم الجلد الاول ص ۲۱۹۔

[2] مشکوۃ المصابیح ص ۸۸

میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے معاذ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔

فرمایا کہ تو ہر نماز کے بعد یہ کہنا نہ چھوڑنا'

رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ٥

اے میرے رب اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔

عن ثوبان رضی الله عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا انصرف من صلوته استغفر ثلاثا وقال اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام [1]

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ پڑھتے اور کہتے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

---

[1] الصحیح المسلم الجلد الاول ص ۲۱۸

ماہنامہ انوار لاثانی سے اقتباس وتبصرہ

لکھتے ہیں کہ اعلحضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ القوی کے فتوے اور موقف، خلل اندازی نماز، ایذائے مریض اور سوئے ہوئے شخص کے پاس ذکر بالجہر حتی کہ تلاوت قرآن مجید سے منع کرنے کے بارے میں ملاحظہ کریں گے۔ ذرا غور فرمائیں کہ اعلی حضرت قدس سرہ سے نسبت، محبت اور عقیدت کا دعوی تو ہم بھی کرتے ہیں مگر کیا انکی تعلیمات کے خلاف عمل کرنا بھی حقیقی تعلق اور وابستگی کا ثبوت ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہ سراسر خلاف ورزی اور فقہاء کرام خصوصا اعلی حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلوی کی توہین کے مترادف ہے۔ اب ذہنی افتراق سے بالاتر ہوکر اعلحضرت کے فتاوی کو پڑھیے اور ان پر عمل کیجئے۔

حال ہی میں معروف اہل قلم شیخ الحدیث شیخ الطریقت علامہ مولانا عبدالغفور صاحب شرقپوری مدظلہ العالی نے نمازی کے پاس باآواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟ کے عنوان پر قابل قدر، پرمغز تصنیف لطیف مکتبہ فاروقیہ، دارالعلوم جامعہ فاروقیہ رضویہ گھوڑے شاہ روڈ لاہور سے طبع کروائی ہے۔ اس تصنیف پر عصر حاضر کے درج ذیل معروف علمائے کرام کی تقاریظ تحریر کی ہیں کہ نمازی کے پاس بلند آواز سے ذکر کو خلل اندازی نماز نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ زوردار تحریرات میں سعی فرمائی ہے کہ ایسے عمل سے ہم جملہ مسلمانوں بالخصوص سنی حنفی بریلویوں کو قطعی طور پر پرہیز کرنا چاہئے۔

(۱) مولانا مفتی غلام سرور قادری ماڈل ٹاؤن لاہور، (۲) مولانا مفتی عبداللطیف مجددی جامعہ نعیمیہ، لاہور (۳) مولانا مفتی محمد گل احمد خان عتیقی جامعہ نظامیہ، لاہور (۴) مولانا مفتی ڈاکٹر محمد زبیر صاحب مجددی حیدرآباد۔ (۵) علامہ عبدالغفور الوری، رائے ونڈ (۶) علامہ مفتی محمد اشرف نقشبندی، داروغہ والا، لاہور۔ (۷) علامہ مولانا محمد سعید اسعد، جامعہ امینیہ، فیصل آباد (۸) علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، لاہور (۹) علامہ مولانا مفتی محمد خان قادری، لاہور۔

المختصر ذکر بالجہر فوراً بعد از سلام، نماز، دوسرے نمازیوں کے لئے مخل اور تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ جب نمازی خود سکون سے نماز ادا کر چکا ہے۔ تو اب عملی طور خود کو سکون و اطمینان پہنچانے والا بھی ثابت کرے ورنہ خلاف عمل تواضع عمل، تکبر و غرور کا آئینہ دار قرار پائے گا۔ اسی نکتہ کے پیش نظر درمیان مین خلل اندازی نماز سے بچنے بچانے کے لئے چند گزارشات ہدیہ قارئین ہیں۔

عجز وانکسار سے نماز ادا کرنے والے اہل دل اور ارباب طریقت جس قدر آداب نماز سے واقف وخبر دار ہوں اسی قدر ان پر نماز کی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ نتیجتہً وہ بارگاہ قدس سے شناسا و محرم بن جاتے ہیں۔ نماز چونکہ اس حریم ناز میں حاضری کا ہی دوسرا نام ہے۔ لہذا اس کی لذت سے وہ اس درجہ سرشار ہو جاتے ہیں۔ کہ دو عالم ان کی نظر میں کوئی حقیت نہیں رکھتے۔[1]

نمازی کے پاس مسائل بیان کرنے کے متعلق اعلیحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ مبارکہ

مسئلہ ۱۱۷۸ مسجد میں مسائل کا بطور وعظ کے قبل نماز کے کوئی نفل پڑھتا ہو کوئی سنتیں، بیان کرنا چاہیئے یا نہیں یا بعد نماز کے؟

الجواب مسائل قبل نماز خواہ بعد نماز ایسے وقت بیان کئے جائیں کہ لوگ سننے کیلئے فارغ ہوں نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے واللہ تعالیٰ اعلم۔[2]

---

[1] ماہنامہ انوار لاثانی، علی پور سیداں ضلع نارووال اپریل ۲۰۰۲ء

[2] فتاویٰ رضویہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور جلد ہشتم ص ۱۲۳



قطعہ اسمِ ذات جو اعلیٰ حضرت شیرِ ربّانی حضرت
میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک
سے رقم فرمایا جس سے آپ کے عشقِ الٰہی کا بخوبی
اندازہ ہوتا ہے، پتّے پتّے میں اسمِ ذات نہایت
خوبصورتی سے واضح کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد حامد محمود قاسم عاقب فاتح شاہد حاشر رشید مشہود داعی [illegible]

[illegible]

محمد

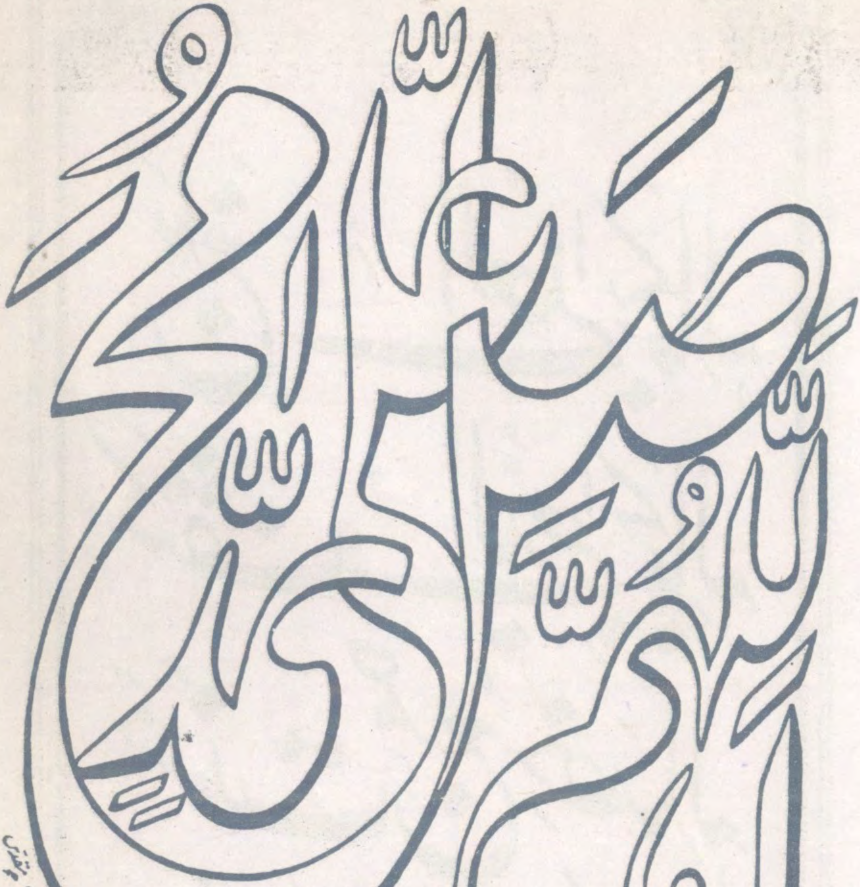
صلی اللہ علیہ وسلم

قل یاایہا الناس انی
رسول اللہ الیکم جمیعا

[illegible]

رحمۃ للعالمین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[illegible]



وعلى آل محمد كما
صليت على ابراهيم وعلى آل
ابراهيم انك حميد مجيد ۰

اللهم بارك على محمد
وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم
وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد ۰

کتبہ: محمد شفیع انور سیالوی لاہور

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہٖ

کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمالِہٖ

حَسُنَتْ جَمیعُ خِصالِہٖ

صَلُّوا عَلَیہِ وَآلِہٖ

خادمک تاج زید رقم